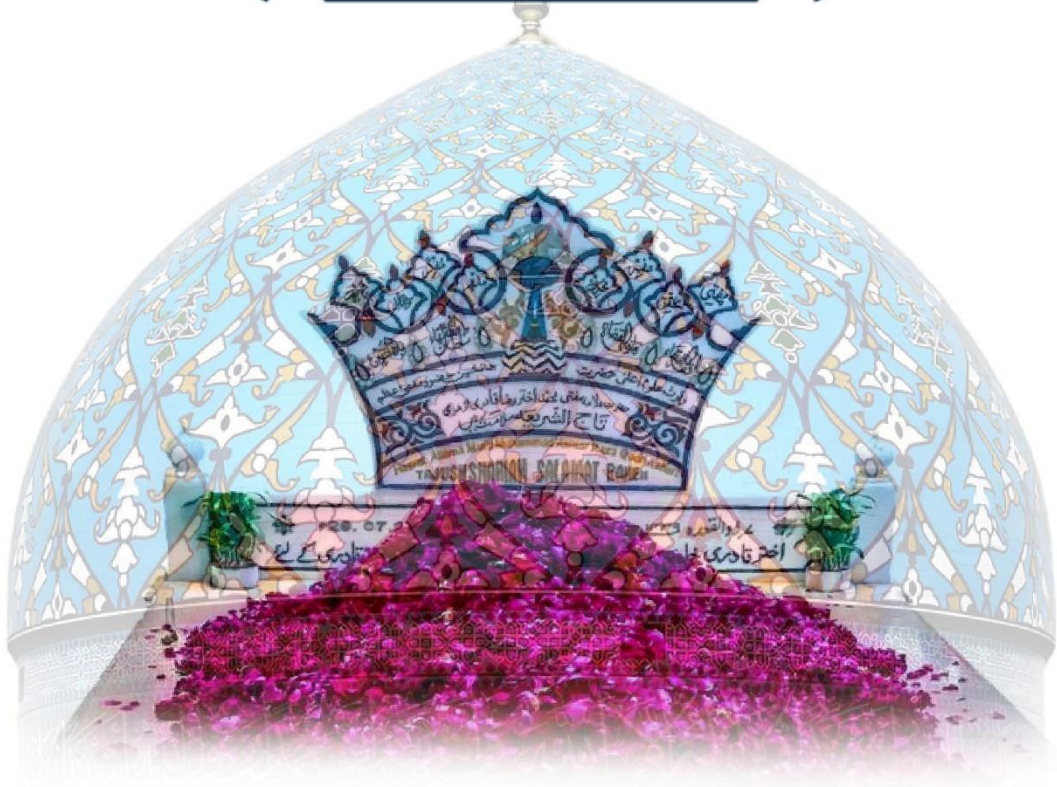


الرَّيْحَانُ عَلَى قُبُورِ أَهْلِ الْجَنَانِ

المعروف

پر پھول
ڈالنا کیسا؟

مزارات



حضور فیض ملت مفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابوصالح مفتی

طصنیف لطیف

محمد فیض احمد اویسی رضوی



Visit Owaisi Books

www.faizahmedowaisi.com

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

اما بعد! محمد بن عبد الوہاب نجدی کے قتنہ سے اہل سنت کا ہر معمول بہ (یعنی رائج و معتبر) مسئلہ انکار کی زد میں آگیا۔ من جملہ ان کے مزارات پر پھول ڈالنا بھی ہے۔ فقیر کے اکابر (بزرگانِ دین) اہل سنت نے ہر دور میں ہر قتنے کے قتنوں کو نہ صرف روکا بلکہ ایسا مٹایا کہ ان کا نام و نشان تک نہ رہا۔ ایسے ہی نجدی کے قتنہ کو بھی پامال (ذائل و ختم) فرمایا، لیکن افسوس کہ ہمارے ملک میں اس کے قتنہ نئے روپ دھار کر (نئے انداز سے) ابھر رہے ہیں۔ فقیر اپنی استطاعت (قدرت و طاقت) پر یہ سطور بحوالہ قلم کر کے اس کا نام رکھتا ہے: "الرَّيْحَانُ عَلَى قُبُورِ أَهْلِ الْجَنَانِ"۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے (آمین)۔

فائدہ: ہم اہل سنت کے معمولات (رائج اعمال) متعلقہ قبور (قبروں سے متعلق) و اہل قبور (قبر والے، مرحومین) پر بعض خوارجِ زمانہ کو اعتراض ہے، بلکہ انہیں شرک یا کم از کم بدعتِ سیئہ (بری بدعت) سے تعبیر کرتے ہیں۔ فقیر اس رسالہ میں قبور پر پھول وغیرہ ڈالنے اور محرم کے ماہ میں بعض لوگ کھجور کے سبز پتے وغیرہ ڈالتے ہیں۔ بعض مقامات پر تازہ فوت شدہ میت (مرحوم) کی قبر پر پہلے دن اور پھر قل خوانی کے موقع پر ایسے ہی گاہے بگاہے (کبھی کبھار) پھول اور سبز کھجور کے پتے ڈالتے ہیں۔ اس کے ثبوت میں چند دلائل حاضر کرتا ہے۔

مقدمہ: اہلسنت کے نزدیک ہر شے میں اسی کے لائق حیات ہے اور ہر شے اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتی ہے۔

(۱) كُلُّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ^(۱) (۲) وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ^(۲)

(۳) يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ^(۳)

ان انشاء کی تسبیح حالی (محض حالت یا کیفیت کی نسبت سے) نہیں، قالی (زبانی و لفظی) ہے، یعنی حقیقی تسبیح مراد ہے۔ ان آیات سے اہل سنت نے مذکورہ بالا مسئلہ استدلال (دلیل اخذ) کیا ہے۔

(۱) صاحب روح المعانی، ص ۷۹، پ ۱۵ میں تسبیح قولی حقیقی پر بے شمار احادیث و آثار نقل کر کے فرماتے ہیں:

لَا يَكَادُ يُخْصَى مِنَ الْأَخْبَارِ وَالْأَثَارِ، وَهِيَ بِمَجْمُوعِهَا مُتَعَاذَةٌ فِي الدَّلَالَةِ عَلَى أَنَّ التَّسْبِيحَ قَالِي كَمَا لَا يَخْفَى،

وَهُوَ مَذْهَبُ الصُّوفِيَّةِ^(۴)

یعنی بے شمار احادیث اور آثار مجموعی قوت کے ساتھ اس بات پر ہیں کہ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جس تسبیح کا ذکر فرمایا ہے، وہ تسبیح قولی (زبانی) ہے، جیسا کہ ظاہر ہے، اور یہی صوفیہ کا مذہب ہے۔

ترجمہ: سب نے جان رکھی ہے اپنی نماز اور اپنی تسبیح

^۱ النور: ۴۱

ترجمہ: اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے

^۲ بني اسرائيل: ۴۴

ترجمہ: اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی (تعریف کرتی) ہوئی اس کی پاکی نہ بولے ہاں تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے

^۳ الجمعة: ۱

^۴ (تفسیر الألوسی روح المعانی، سورة الإسراء: الآيات ۲۲ إلى ۷۲، ۸/ ۸۲، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة: الأولى، ۱۴۱۵ هـ - ۱۹۹۴ م)

(۲) اس کے بعد فرمایا:

وَلَعَلَّ الْأَوَّلَىٰ فِيهِ أَنْ يُلتَزَمَ حَمْلُ التَّسْبِيحِ عَلَى مَا هُوَ الْأَعْمُ مِنَ الْحَالِيِّ وَالْقَائِيِّ، وَيُثَبَّتَ كِلَا التَّوَعَيْنِ لِكُلِّ شَيْءٍ..^(۵)

یعنی اولیٰ (بہتر) یہی ہے کہ یہاں تسبیح سے مراد وہ تسبیح لی جائے جو حال اور قال دونوں کو شامل ہو۔ اور دونوں قسموں کی تسبیح ہر شے کے لیے ثابت کی جائے۔

(۳) امام راغب اصفہانی مفردات، ص ۲۲ میں فرماتے ہیں: قَدْ يَقْتَضِي أَنْ يَكُونَ تَسْبِيحُهَا الْحَقِيقِي^(۶)

یعنی دلائل و قرائن کا تقاضا یہ ہے کہ آیت کریمہ میں تسبیح حقیقی و قولی مراد ہو۔

ان کے علاوہ دیگر بے شمار مفسرین و علماء اسلام نے تصریح فرمائی ہے کہ آیت میں تسبیح قولی مراد ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ عالم کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مصروف ہے اور ان کی تسبیح، ہے بھی قالی۔

(۴) ترکھور اور پھول وغیرہ تسبیح (کرتی رہے گی) جب تک تر رہے گی۔ میت کو ثواب اور تخفیف عذاب اور اللہ والوں کے لیے ترقی درجات اور پھول اور سبز پتے ڈالنے والوں کو اجر و ثواب نصیب ہوگا۔

(۵) فقہاء احناف نے قانون بتایا ہے کہ اصل اشیاء کا مباح ہے، اگر ہمارے ہاں دلائل نہ ہوتے تب بھی یہ فعل قاعدہ مذکورہ کی بنا پر جائز ٹھہرتا۔

(۶) جو امور عالم برزخ میں اموات کو مفید ہوں اور شرعاً ممانعت (منع) نہ ہو تب بھی ان کے کرنے پر عاقل اور معمول لہ کو ثواب ملتا ہے۔

(۷) یہ رکاوٹ معتزلہ و دیگر بد مذہب کی تائید ہوتی ہے اور عمل سے اہل سنت کی، اور اصول کا قاعدہ ہے کہ جس عمل سے بد مذہب کے اصول کا رد ہوتا ہو اس کو بڑھ چڑھ کر کرنا چاہئے۔^(۷)

مزارات اولیاء شعائر اللہ: ہم اہل سنت عموماً پھولوں کے ہار مزارات صاحبان کرامات و برکات (یعنی اولیاء کرام رحمہم اللہ) پر ڈالتے ہیں، اور مخالفین کو عداوت بھی انہیں سے ہے، ورنہ یہی پھول ان کے مولویوں، لیڈروں اور رہنماؤں کو ڈالے جاتے ہیں، مگر انہوں نے کبھی اسے بدعت کا فتویٰ نہیں لگایا۔ حالانکہ ہمارے نزدیک یہی مزارات والے ان سے زیادہ معزز، مکرم اور محترم ہیں، بلکہ ہم ان جیسوں کو مردہ اور اولیاء اللہ کو زندہ سمجھتے ہیں۔ قطع نظر اس کے، مزارات اولیاء بھی **شعائر اللہ**^(۸) میں داخل ہیں، جب کہ وہ اولیاء کرام ان ہی مزارات میں وہی شخصیات زندہ موجود ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے چند اشیاء کو "**شعائر اللہ**" فرمایا ہے۔

دیکھئے، مقام ابراہیم **شعائر اللہ** ہے، لیکن وہاں ابراہیم علیہ السلام کا صرف نقش قدم (پاؤں کا نشان) ہے اور بس۔ اور صفا و مرموہ شعائر اللہ ہیں، باوجود

اس کے کہ وہاں کچھ بھی نہیں، سوائے اس کے کہ وہاں صدیوں پہلے ایک محبوبہ خدا (حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا) نے چند چکر لگائے تھے۔ اور چاہہ مزم شعائر اللہ میں سے ہے، حالانکہ وہاں صرف وہ پانی ہے جسے اسمعیل علیہ السلام کے قدم مبارک سے نسبت ہے۔ اور شعائر اللہ کی تعظیم کا قرآنی حکم ہے:

^۵ (تفسیر الألوسی روح المعانی، سورة الإسراء: الآيات 22 إلى 72، 83 / 8، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة: الأولى، 1415 هـ - 1994 م)

^۶ (مفردات ألفاظ القرآن للراغب الأصفهاني، مادة: سَبَّحَ، ص 22 دار القلم / دار المعرفة)

^۷ (تفصیل کے لئے دیکھئے "ابلیس تا دیوبند"۔ (اولیٰ)

^۸ (وہ نشانیاں جنہیں اللہ کی طرف منسوب کر کے ادب و تعظیم دی جائے)۔ (س رضا)

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ⁽⁹⁾

اس تعظیم میں کوئی قید (شرط یا پابندی) نہیں۔ ہر ملک کے ہر رسم میں، جس ملک میں اور جس زمانہ میں جو بھی جائز تعظیم مروج ہے، وہ جائز ہے۔ ہمارے ملک میں پھول ڈالنا بھی ایک قسم کی تعظیم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لیڈروں (Leaders) کی آمد پر تم پھول ڈالتے ہو، حُجّاج کی حُجّ سے واپسی پر ان کے گلے میں پھول ہم سب ڈالتے ہیں۔ یہ سب خوشی اور تعظیم پر مبنی ہے اور یہی عُرفِ عام (عام رواج) ہے، اور احکام شرعیہ کا دار و مدار عُرف پر ہے۔ اسی لئے ہم اہل قُبور کو زندہ سمجھ کر اور ان کی تعظیم و تکریم (عزت اور احترام) پر پھول ڈالتے ہیں۔ اگر کسی کے ذہن کو یہ قبول نہیں تو یہ اُس کی قسمت۔ ہم تو مزارات والوں کی شخصیت کے پیشِ نظر یہ عمل کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

باب اول: "احادیثِ مبارکہ"

اس مضمون کو ہم ان شاء اللہ احادیثِ نبویہ کے علاوہ چند ایک ائمہ کرام کے اقوال سے ثابت کریں گے۔ سب سے پہلے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیثِ ملاحظہ ہوں۔

(۱) وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ، فَقَالَ: «إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ؛ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ» - وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: «لَا يَسْتَتِرُهُ مِنَ الْبَوْلِ» - «وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ». ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا نِصْفَيْنِ، ثُمَّ عَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لِمَ صَنَعْتَ هَذَا؟ قَالَ: «لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَبْسَسَا». (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)⁽¹⁰⁾

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو قبروں سے گزرے، پس فرمایا کہ یہ دونوں عذاب دئے جاتے ہیں اور کسی بڑے امر میں عذاب نہیں کئے جاتے، انکے عذاب کی وجہ گناہِ کبیرہ نہیں، لیکن ان میں سے ایک پیشاب سے نہیں چھپتا تھا یعنی پیشاب کرتے وقت پردہ کا لحاظ نہ کرتا تھا۔ الخ

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ پیشاب سے بچتا تھا، لیکن دوسرا چغل خوری کرتا تھا، پھر نبی کریم علیہ السلام نے خرما کی ایک تر شاخ لے کر اُس کے دو حصے کئے، پھر ہر قبر میں ایک حصہ کو جمادیا۔⁽¹¹⁾

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آپ نے کس لیے کیا تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: ان دونوں قبر والوں کے عذاب میں تخفیف ہوگی جب تک یہ دونوں حصے شاخِ خرما (بھجور کی ٹہنی) تر رہیں۔

⁹ ترجمہ: نہات یہ ہے اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔ (سورۃ: الحج، 78) (س رضا)

¹⁰ (مشکاة المصابیح، کتاب الطہارۃ، باب آداب الخلاء، الفصل الأول، 1/110، الحدیث 338-5)، المکتب الإسلامی - بیروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

¹¹ (صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الدلیل علی نجاسة البول ووجوب الاستبراء منه، 1/241، الحدیث 292، دار إحياء الكتب العربية)

حدیث: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرِ، فَقَالَ: «أَتُتُونِي بِجَرِيدَتَيْنِ». فَجَعَلَ إِحْدَاهُمَا عِنْدَ رَأْسِهِ وَالْأُخْرَى عِنْدَ رِجْلَيْهِ. فَقُلْنَا لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيْنَعَهُ ذَلِكَ؟ قَالَ: «لَنْ يَزَالَ يُخَفَّفُ عَنْهُ بَعْضُ عَذَابِ الْقَبْرِ مَا دَامَ فِيهَا نَدْوَةٌ»⁽¹²⁾.

(کنز العمال فی سنن الاقوال ص ۱۲۱ مطبوعہ حیدر آباد دکن)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام ایک قبر پر گزرے اور وہاں ٹھہر کر فرمایا میرے پاس دو شاخیں لاؤ، جب لوگ دو شاخیں لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے ایک اس قبر کے سرہانے اور دوسری پاؤں کی جانب لگا دی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا اس سے صاحب قبر کو نفع ہوگا، فرمایا: اس کے عذاب میں تخفیف کی جائیگی جب تک ان میں تری رہے گی۔

حدیث:

وَأَخْرَجَ ابْنُ عَسَاكِرٍ مِنْ طَرِيقِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ أَبَا بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى قَبْرِ وَصَاحِبُهُ يُعَذَّبُ، فَأَخَذَ جَرِيدَةً فَغَرَسَهَا فِي الْقَبْرِ، وَقَالَ: «عَسَى أَنْ يُرَفَّهَ عَنْهُ مَا دَامَتْ رَطْبَةٌ». وَكَانَ أَبُو بَرْزَةَ يُوصِي: إِذَا مِتُّ فَضَعُّوا فِي قَبْرِي مَعِيَ جَرِيدَتَيْنِ. قَالَ: فَمَاتَ فِي مَفَازَةٍ بَيْنَ كِرْمَانَ وَقُومِسَ، فَقَالُوا: كَانَ يُوصِينَا أَنْ نَضَعَ فِي قَبْرِهِ جَرِيدَتَيْنِ، وَهَذَا مَوْضِعٌ لَا نُصِيبُهُمَا فِيهِ. فَبَيَّنَّا لَهُمْ كَذَلِكَ إِذْ طَلَعَ عَلَيْهِمْ رَكْبٌ مِنْ قَبْلِ سَجِسْتَانَ، فَأَصَابُوا مَعَهُمْ سَعْفًا، فَأَخَذُوا مِنْهُ جَرِيدَتَيْنِ، فَوَضَعُوهُمَا مَعَهُ فِي قَبْرِهِ. وَأَخْرَجَ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ مُورِقٍ قَالَ: أَوْصَى بُرَيْدَةُ أَنْ تُجْعَلَ فِي قَبْرِهِ

جَرِيدَتَانِ.⁽¹³⁾ (شرح الصدور ص ۲۱۱)

یعنی قاتدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ابو بزرہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کر رہے تھے کہ نبی کریم علیہ السلام ایک قبر پر سے گزرے، صاحب قبر اس وقت عذاب میں گرفتار تھا۔ پس نبی کریم علیہ السلام نے ایک شاخ خرما (بھور کا درخت) لے کر قبر پر گاڑ دی اور فرمایا: اس سے تخفیف عذاب کی امید ہے جب تک کہ یہ تر رہے۔

پھر ابو بزرہ رضی اللہ عنہ وصیت کرتے تھے کہ میرے ساتھ بھی میری قبر میں دو شاخیں (نہیں) رکھ دینا۔ راوی نے بیان کیا کہ ان کی وفات کرمان و قومس کے درمیان ایک جنگل میں ہوئی، لوگوں نے کہا کہ ابو بزرہ ہم کو وصیت کر گئے ہیں کہ ہم ان کی قبر پر دو شاخیں رکھ دیں، اور ایسا مقام ہے کہ یہاں شاخیں میسر نہیں۔

یہی گفتگو تھی کہ سنجستان کی جانب سے چند سوار ظاہر ہوئے جن کے پاس شاخ تھی، جس کی دو ٹہنیاں بنا کر ان کی قبر پر رکھ دیں۔ اور مسروق سے روایت ہے کہ بُریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی کہ ان کی قبر میں دو شاخیں رکھ دی جائیں۔

⁽¹²⁾ (کنز العمال فی سنن الاقوال والأفعال، کتاب الموت من قسم الأفعال، باب فی الدفن وأمر تقع بعده، سؤال القبر وعذابه، 1/ 110، الحدیث 42592، مؤسسة الرسالة، الطبعة:

الخامسة، 1405 هـ - 1985 م)

⁽¹³⁾ (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، باب فی قراءة القرآن للمیت أو علی القبر، ص 305، الحدیث 12 إلى 13، دار المعرفة - لبنان، الطبعة: الأولى، 1417 هـ - 1996 م)

سوال: مذکورہ بالا تین احادیث نہیں، ایک ہے۔ تم نے خواہ مخواہ مضمون کو طول دیتے ہوئے تین روایات بیان کر دیں؟

جواب: مذکورہ بالا تین احادیث میں ایک واقعہ نہیں، بلکہ تین علیحدہ علیحدہ واقعے ہیں۔ تفصیل یوں ہے کہ

حدیث (۱): حضرت ابن عباس سے مروی ہے، دو قبروں کا ذکر ہے اور دونوں کے عذاب کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے اور ایک شاخ کو دو حصوں میں منقسم کرنے اور ہر قبر پر شاخ کا ایک حصہ جمانے کا ذکر ہے۔

حدیث (۲): جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اس میں ایک قبر پر دو شاخیں جمانے کا ذکر ہے اور صاحب قبر کے عذاب کی وجہ بیان نہیں کی گئی ہے۔

حدیث (۳): جو حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اس میں ایک قبر پر ایک شاخ گاڑنے کا ذکر ہے اور صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی قبر پر شاخ گاڑنے کی وصیت کرنا مذکور ہے۔ لہذا یہ بات یقینی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے صرف ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ قبروں پر ہری شاخیں ڈالیں۔

سوال: روایت ایک ہو یا تین اس سے تخفیفِ عذاب حضور علیہ السلام کا خاصہ ہے اور وہ صرف حضور علیہ السلام کی شفاعت اور ہاتھ کی برکت سے ہوا نہ کہ عام حکم ہے کہ جو بھی ایسا کرے تو میت کو فائدہ ہو؟

جواب: مذکورہ بالا احادیث سے شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استدلال پکڑ کر بنیتِ نفع میت قبروں پر سبز شاخیں ڈالنے کا انکار کرنا غلط ہے، کیونکہ سبز شاخیں جمانے کے ساتھ جہاں، شفاعت کا ذکر ہے، وہ دیگر احادیث ہیں، انہیں اس ضمن میں درج نہیں کیا گیا۔ لیکن ان کا مفہوم بالکل واضح ہے۔ اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

مزید توضیح: خلاصہ یہ ہے، اس خدشہ کو بھی تین دُجُوہ (دلائل) کی بنا پر رد کیا جاسکتا ہے کیونکہ دونوں روایتوں میں کئی وجہ سے مُغائرت (اختلاف یا فرق) ہے۔

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے مراد جو واقعہ ہے وہ مدینہ شریف کا ہے، اور نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی ایک جماعت کا تذکرہ ہے۔

جبکہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے مراد جو واقعہ ہے، وہ سفر کا ہے، اور نبی کریم علیہ السلام قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے ہیں اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ تھے۔

(۲) حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں سببِ عذاب مذکور نہیں۔

(۳) حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں نبی کریم علیہ السلام نے ایک شاخ کو دو حصوں میں تقسیم کر کے قبروں پر ڈالا، جبکہ حضرت جابر کی روایت میں نبی کریم علیہ السلام نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان درختوں سے دو شاخیں کاٹنے کا حکم دیا جن کے ساتھ نبی کریم علیہ السلام نے قضائے حاجت فرمائی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی روایت میں شفاعت (سُفارش) کا ذکر نہیں، جبکہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں شفاعت کا ذکر ہے۔

جواب: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے شفاعت (سفر) و خصوصیت دستِ مصطفیٰ ﷺ (حضور ﷺ کے دستِ مبارک کی خاص فضیلت) کا استدلال

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے برنیت (نیا دیا مقصد) نفع صاحبِ قبر قبروں پر پھول ڈالنے کا استدلال کیا جاتا ہے۔

لیکن پہلی تین احادیثِ مبارکہ کے علاوہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصیت دستِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یعنی یہ کہنا کہ عذاب کی تخفیف سبز چھڑیوں (تازہ شاخوں) کی وجہ سے نہیں بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ مبارک سے گاڑنے کی وجہ سے ہوئی، کا استدلال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس کے خلاف ہے۔

اس لیے کہ صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ مبارک کی برکت کا استدلال مبنی بر شفاعت (یعنی سفر پر قائم) ہے۔ اور شفاعت مخصوص وقت تک محدود ہوتی ہے، کہ شفاعت ہو گئی، اس کے بعد ختم۔ اور جو ہم کہتے ہیں وہ دائمی امر ہے، یعنی جب بھی سبز اور تر چیز یا کوئی اور بابرکت (فیض دینے والی) چیز جسے کسی محبوب (اللہ کے نیک و مقرب بندے) سے نسبت ہو، اس کا فائدہ دائمی ہوتا ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے: **هَذِهِ جُبَّةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ، فَلَمَّا قُبِضَتْ قَبَضَتْهَا، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا، فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرَضِيِّ نَسْتَشْفِي بِهِ.** (14) (مشکوٰۃ شریف کتاب اللباس)

یعنی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جبہ (اوڑھنی یا قمیص) میں نے اپنی بہن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد لیا، یہ جبہ نبی کریم علیہ السلام پہنتے تھے۔ اب ہم یہ کرتے ہیں کہ مدینہ میں جو بیمار ہو جاتا ہے اُسے دھو کر پلاتے ہیں تو اُسے شفا ہو جاتی ہے۔ گو یہ جبہ تک جبہ باقی رہا تو اس میں خصوصیتِ جسمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی آپ کے جسمِ اطہر کی برکت) باقی رہی۔

تو کیا جب شاخیں خشک ہو گئیں تو ان میں خصوصیت دستِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاتی رہی؟ **إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** سچ ہے،

جب خدا عقل لیتا ہے تو حماقت آہی جاتی ہے۔

اسی لئے ہم مخالفین کو بے ادب (بد تیز) اور گستاخِ رسول کہتے ہیں کہ انہیں حضور ﷺ کی وہ باتیں سو جھتی ہیں، جو آپ کی کسرِ شان (مرتبہ گھٹانے) پر دلالت کرتی ہیں۔

مثلاً: یہاں شفاعت کا استدلال کر کے حضور علیہ السلام کے فیضان کو محدود کر دیا، کہ جب ٹہنی خشک ہوئی تو فیض ختم۔ (معاذ اللہ)

اس لئے ہم نے اس کو شفاعت کے کھاتا میں ڈالا ہی نہیں۔ کیونکہ شفاعت والی روایت اور ہیں۔

فائدہ: امام ابو ذکریا محی الدین نووی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

¹⁴ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الأول، 2/ 1242، الحديث 4325-22)، المكتب الإسلامي - بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985 م)

وَقِيلَ: يَحْتَمِلُ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو لَهَا تِلْكَ الْمُدَّةَ، وَقِيلَ لِكُونِهَا يُسَبِّحَانِ مَا دَامَا رَطْبَيْنِ، وَلَيْسَ لِلْيَابِسِ تَسْبِيحٌ، وَهَذَا مَذْهَبُ كَثِيرِينَ أَوْ الْأَكْثَرِينَ مِنَ الْمُفَسِّرِينَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: «وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ». وَاسْتَحَبَّ الْعُلَمَاءُ قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ عِنْدَ الْقَبْرِ لِهَذَا الْحَدِيثِ، لِأَنَّهُ إِذَا كَانَ يُرْجَى التَّخْفِيفُ بِتَسْبِيحِ الْجَرِيدِ، فَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ أَوْلَى. (15)

(نوی شرح مسلم ص ۱۴۱)

ترجمہ: یہ بھی کہا گیا ہے کہ قبروں پر تر شاخیں جمانے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جب تک تر رہتی ہیں تسبیح کرتی ہیں اور خشک تسبیح نہیں پڑھتی اور قبر پر قرآن پڑھنا اسی سے ثابت ہے۔

تبصرہ اویسی: اس سے مخالفین کو اور درد اٹھتا ہو گا کہ وہ روتے تھے پھول ڈالنے کو، اب قبر پر قرآن شریف پڑھنا بھی! عجیب تو یہ کہ علماء کرام نے اس حدیث سے قبر پر قرآن شریف پڑھنے کے استحباب (پسندیدگی و فضیلت) کا استدلال کیا ہے۔

اجماع صحابہ: صحابی رسول حضرت ابو بزرہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو اپنی قبر پر شاخیں رکھنے کی وصیت فرمائی، اُس وقت کثیر تعداد میں صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اور تابعین حضرات موجود تھے، کسی نے بھی اس فعل کو بدعت (ایجاد کردہ نیا طریقہ) سمجھتے ہوئے حضرت ابو بزرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منع نہ کیا بلکہ اُن کی وصیت پر عمل کر کے دکھایا۔

استدلال بطریق عجیب: نبی کریم علیہ السلام کے صحابی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے بھی جب اپنی قبر کے بارے میں وصیت فرمائی تو صحابہ کرام و تابعین حضرات میں سے کسی نے ان کے قول کو بدعت سے تعبیر نہیں کیا۔

سوال: تم نے بھی تو حضور علیہ السلام کی کسرِ شان (مرتبہ و عظمت) میں کمی نہیں کی، اس لئے کہ جب وہ تر ٹہنیاں حضور علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھوں سے گاڑیں تو چاہیے کہ قیامت تک ان مردوں سے عذاب اٹھ جائے، لیکن تم نے بھی یہی کہا کہ جب تک خشک نہ ہوتیں، عذاب کی تخفیف (کمی) رہتی۔

جواب: احکام شرعیہ عقل و لغو سئلے (یعنی محض قیاس آرائی یا بے بنیاد رائے) پر مبنی نہیں ہوتے، بلکہ ان کے بھی اپنے ضوابط و قواعد ہیں۔ یہاں بھی وہی قواعد و ضوابط مد نظر ہیں۔

قاعدہ: حضور علیہ السلام دنیا میں مُعَلِّمُ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ (علم و حکمت کے معلم) ہو کر مبعوث ہوئے ہیں آپ کا ہر قول و فعل اسی مقصد پر منحصر ہوتا ہے۔ آپ نے اس وقت یہ بتانا تھا کہ قبور پر چیزیں ڈالنے سے میت کو تخفیف (عذاب) ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ تر ہونے تک ذکر الہی کرتی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ہر شے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے۔ "وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ" (16)

(15) (شرح النووي على مسلم، كتاب الطهارة، باب الدليل على نجاسة البول ووجوب الاستبراء منه، 3/ 202، دار إحياء التراث العربي - بيروت، الطبعة: الثانية، 1392 هـ)

(16) بني اسرائيل: 44

اور خشک ہونا ان کی موت ہے۔ کیونکہ ہر شے کی موت کے احکام علیحدہ علیحدہ ہیں اور احکام دنیویہ شے کی حیات تک ہوتے ہیں۔ اسی لئے تر رہنے تک میت کو عذاب میں تخفیف ہوگی۔

چونکہ مخالفین معتزلہ فرقہ کے اصول پر چلتے ہیں، اس لئے پیتر ابدل کریہ کہہ دیا کہ تخفیف عذاب کا قاعدہ دائمی نہیں، بلکہ یہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ تھا۔ اور حضور ﷺ کی خصوصیات حضور ﷺ تک ہی محدود ہوتی ہیں۔ مزید یہ کہ وہ بھی حضور ﷺ کی شفاعت کی حیثیت سے تھا، اور شفاعت صرف حضور ﷺ کا ہی خاصہ ہے، بس۔

لطیفہ: بہت سی خصوصیات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم نے لکھی ہیں تو یار لوگ کہنے لگے کہ یہ حکم عام ہے۔ مثلاً: ابو خزیمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک گواہی دو کے برابر ہے۔ یہ حضور علیہ السلام کا خاصہ ہے، لیکن ابن القیم نے کہا کہ یہ حکم عام ہے۔⁽¹⁷⁾ اب جب یہی حدیث آئے تو کہتے ہیں کہ نہیں، یہ تو خاصہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ تو پھر ان کو شتر مرغ نہ کہوں تو کیا کہوں۔

لطیفہ: شفاعت نہ صرف قیامت میں بلکہ اب بھی شفاعت جاری ہے۔ اس لئے ہم استدلال (مدد طلب کرنا) اور یار رسول اللہ کے نعرہ کے قائل ہیں وغیرہ وغیرہ۔

لیکن اولاً تو وہابی دیوبندی اصولی طور پر شفاعت کے منکر ہیں۔ اگر لفظاً قائل ہیں تو اتنا کہ قیامت میں جس بندے کے لئے اللہ تعالیٰ اجازت دے گا تو شفاعت کریں گے، ورنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوئی اختیار نہیں کہ جسے چاہیں چھڑالیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن دنیا میں کس کی شفاعت؟ توبہ توبہ! جس کا نام محمد ہو یا علی، وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔⁽¹⁸⁾ (تقویۃ الایمان) وہ اسی قاعدہ کی ایک کڑی ہے۔

دنیا میں جب شفاعت کے قائل ہی نہیں تو پھر تر ٹھنی رکھنے سے شفاعت کہاں سے یاد آگئی؟

یہ تو اہل سنت کے اصول والی بات ہے۔ ثابت ہوا کہ تر ٹھنی وغیرہ سے تخفیف والی روایات اور ہیں، اور شفاعت والی اور۔ سوالات و جوابات کے باب کے بعد مختصر آشفاعت والی روایات بھی عرض کر دوں گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

نبی کریم ﷺ کے ان صحابہ کرام و تابعین نے حضرت ابو ہریرہ و بریدہ کے اس قول پر موافقت ظاہر کر کے قبروں پر سبز شاخیں ڈالنے کے مسئلہ پر نہ صرف اجماع امت بلکہ اجتماع صحابہ کی دلیل قائم کر دی۔ (الحمد لله على ذلك)

آخری بات: اس سے مخالفین کے سوال کا جواب ہو گیا کہ تر کھجور سے فائدہ حضور علیہ السلام کا خاصہ ہے لیکن حضور ﷺ نے: **أَصْحَابِي كَالنَّجْمِ**

فَبَابِهِمْ أَقْتَدَيْتُمْ یعنی میرے صحابہ ستاروں کی مانند تم ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے، فرما کہ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی اتباع کرنے والوں کو بدعت سے بچا کر ہدایت کی شاہراہ پر گامزن (چلنے والا) فرما گئے۔ لیکن مخالفین نے ایک دلیل صریح (صاف اور کھلی دلیل) بھی نہیں دی، صرف اپنے عقلی دلائل اور اپنی طرف سے ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہیں۔ اگر ان کے ہاں ممانعت کی کوئی صریح دلیل ہے تو پیش کریں۔

⁽¹⁷⁾ (إعلام الموقعين عن رب العالمين، أجوبة مفصلة عما ذكره نفاة القياس، فصل سر تخصيص خزيمة بقبول شهادته وحده، 2 / 90، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة:

الأولى، 1411ھ - 1991م)

⁽¹⁸⁾ (تقویۃ الایمان از اسماعیل دہلوی، باب: توحید افعالی، ص 68، مطبع مجتہدی دہلی)

باب (دوم): "اقوال الفقهاء المحدثين"

۱۔ شامی یعنی رد المحتار باب زیارة القبور میں ہے: "وَتَعْلِيلُهُ بِالتَّخْفِيفِ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَبْسُ: أَيُّ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا بِبَرَكَهٖ تَسْبِيحُهَا؛ إِذْ هُوَ أَكْمَلُ مِنْ تَسْبِيحِ الْيَاسِ لِمَا فِي الْأَخْضَرِ مِنْ نَوْعِ حَيَاةٍ." (19)

یعنی کمی عذاب کی علت ہے۔ ان کا خشک نہ ہونا یعنی ان کی تسبیح کی برکت سے عذاب قبر میں کمی ہوگی کیونکہ تر شاخ کی تسبیح خشک کی تسبیح سے زیادہ کامل ہے کیونکہ اس میں ایک قسم کی زندگی ہے۔

فوائد: (۱) امام شامی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں اہلسنت اور احناف کی جانب سے دو ضابطے بیان کر کے معتزلہ کا رد کر دیا۔

۱۔ قبر کے عذاب کی تخفیف کا سبب جریدہ (پھول وغیرہ کی) تسبیح ہے۔ اگر رسول خدا ﷺ رکھیں یا آپ کا کوئی امتی۔ اس سے معتزلہ کے اس قاعدہ کا رد ہوا۔ جو کہتے ہیں کہ مردے کو زندے کا کوئی عمل فائدہ نہیں دیتا۔

۲۔ تسبیح قولی ہے اور جمادات وغیرہ میں بھی ان کے لائق حیات ہے اور معتزلہ (فلسفیوں کی تقلید میں) ہر دونوں یعنی تسبیح قولی اور جمادات کی حیات کے منکر ہیں۔
(۲) ہماری اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اہل سنت قُدماء (سابقین، ابتدائی دور کے علماء) کے عقائد و مسائل اور اُن کے اُصول و ضوابط (قاعدے اور قوانین) کی وراثت ہم اہل سنت (بریلوی مکتب فکر) کو نصیب ہے، اور دیوبندیوں، وہابیوں (غیر مقلدین) اور دیگر اُن کے ہمنواؤں کو مُعْزِلہ (ایک قدیم باطنی فرقہ) اور فِلاسِفہ (فلسفی طبقہ) و اُصول و ضوابط و عقائد و مسائل کی وراثت حاصل ہوئی۔

اسی لئے اِن غریبوں کے تمام مسائل اُصولی طور پر خوارِج (انتہا پسند گروہ) اور مُعْزِلہ سے جا کر ملتے ہیں۔ بایں وجہ فقیر انہیں خوارِج و مُعْزِلہ کی شاخیں سمجھتا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھیے: "إِبْلِيسُ تَادِيُو بِنْد"۔

(۳) امام شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ہماری بیان کردہ احادیث سے استدلال فرمایا ہے۔ اس سے ہم اہل سنت کی تائید اور منکرین کی تردید فرمائی۔ اور فرمایا: جو تر کھجور (تازہ کھجور) کا فائدہ صرف رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت سمجھتے ہیں، وہ غلط اور بھنی بر خطا (یعنی سرخ غلطی پر مبنی) ہے۔

(۴) مالکی مذہب کے بعض افراد کا اندازہ ہمارے منافی نہیں جبکہ حدیث مبارک اور صحابی کا عمل اور شوافع اور احناف سارے کے سارے مؤید (تائید پر) ہیں۔
(۵) قبر پر پھول وغیرہ ڈالنا اہل اسلام کا شیوہ ہے اور انکار کرنے والے محدثین کا انکار پھول، اور ترکھجور کا انکار دوسری وجہ سے ہے۔

یہ ان کا امراء نہیں جو وہابیوں کی ہے۔ اس کی وجہ ہم آگے چل کر عرض کریں گے۔ (ان شاء اللہ)

(۶) جو امام خطابی اور امام قسطلانی سے مخالفین نے سہارا ڈھونڈھا وہی حضرات قائل ہیں تصریحات آئیں گی۔

(19) (حاشیہ رد المحتار، علی الدر المختار: شرح تنویر الأبصار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فی وضع الجرید ونحو الآس علی القبور، 2/ 245، شركة مكتبة ومطبعة

مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية 1386 هـ = 1966 م)

(۷) امام شامی کے زمانہ تک یہ مسئلہ متفق علیہ ہے یہ خرابی محمد بن عبد الوہاب نجدی نے پیدا کی اور اس کی اتباع میں ہمارے ملک کے وہابی، دیوبندی منکر ہو گئے۔ اور نجدی مذکور، باتفاق علماء اہل اسلام سے خارج تھا۔ جیسا کہ انہیں امام شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کتاب فتاویٰ شامی میں تصریح فرمائی ہے۔

نوٹ: امام شامی کی عبارت کے تحت ہم نے فوائد ان کی مختلف عبارات سے لے کر لکھے ہیں۔ ان کی عبارات آئینہ اوراق میں آرہی ہیں۔

(۸) اسی امام شامی کی رد المحتار شرح در المختار (مطبوعہ مجتہائی ص ۶۶)۔ میں ہے:

[تتمة] يَكْرَهُ أَيْضًا قَطْعُ النَّبَاتِ الرُّطْبِ وَالْحَشِيشِ مِنَ الْمَقْبَرَةِ دُونَ الْيَابِسِ، كَمَا فِي الْبَحْرِ وَالْدَّرَرِ وَشَرْحُ الْمُنْيَةِ، وَعُلِّلَ فِي الْإِمْدَادِ بِأَنَّهُ مَا دَامَ رَطْبًا يُسَبِّحُ اللَّهُ تَعَالَى فَيُؤْنَسُ الْمَيِّتُ وَتَنْزِلُ بِذِكْرِهِ الرَّحْمَةُ، اهـ، وَنَحْوُهُ فِي الْخَانِيَةِ.

أَقُولُ: وَدَلِيلُهُ مَا وَرَدَ فِي الْحَدِيثِ: «مَنْ وَضَعَهُ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - الْجُرَيْدَةَ الْخَضِرَاءَ بَعْدَ شَقِّهَا نِصْفَيْنِ عَلَى الْقَبْرِينِ الَّذِينَ يُعَذِّبَانِ». وَتَعْلِيلُهُ بِالتَّخْفِيفِ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَبْسُ: أَيْ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا بِبَرَكَتِ تَسْبِيحِهِمَا؛ إِذْ هُوَ أَكْمَلُ مِنْ تَسْبِيحِ الْيَابِسِ لِمَا فِي الْأَخْضَرِ مِنْ نَوْعِ حَيَاةٍ؛ وَعَلَيْهِ فَكَرَاهَةُ قَطْعِ ذَلِكَ، وَإِنْ نَبَتَ بِنَفْسِهِ وَلَمْ يَمْلِكْ لِأَنَّ فِيهِ تَقْوِيَتِ حَقِّ الْمَيِّتِ. وَيُؤْخَذُ مِنْ ذَلِكَ وَمِنْ الْحَدِيثِ نَدْبُ وَضْعِ ذَلِكَ لِلِاتِّبَاعِ، وَيُقَاسُ عَلَيْهِ مَا أُعْتِيدَ فِي زَمَانِنَا مِنْ وَضْعِ أَغْصَانِ الْأَسِّ وَنَحْوِهِ، وَصَرَّحَ بِذَلِكَ أَيْضًا جَمَاعَةٌ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ. وَهَذَا أَوَّلِي مِمَّا قَالَهُ بَعْضُ الْمَالِكِيَّةِ: أَنَّ التَّخْفِيفَ عَنِ الْقَبْرِينِ إِنَّمَا حَصَلَ بِبَرَكَتِ يَدِهِ الشَّرِيفَةِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَوْ دُعَائِهِ لُهُمَا، فَلَا يُقَاسُ عَلَيْهِ غَيْرُهُ. وَقَدْ ذَكَرَ الْبُخَارِيُّ فِي صَحِيحِهِ أَنَّ بُرَيْدَةَ بِنَ الْحَصِيبِ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - أَوْصَى أَنْ يُجْعَلَ فِي قَبْرِهِ جُرَيْدَتَانِ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ.⁽²⁰⁾

فائدہ: اس عبارت سے صاف معلوم ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ کی بَرَگت دُستِ مبارک (مقدس ہاتھ) اور دُعاء پر محمول (منسوب) کرنے سے "تسبیح جریدہ" (بجور کی تر ٹہنی کے ذریعہ تسبیح) پر محمول کرنا اولیٰ (زیادہ درست) ہے۔

یاشافیوں کی ایک جماعت بھی اسی طرف ہے، جب کہ کُتب کی تصریح (واضح عبارت) یہ ہے، علی الخصوص "خانہ"، جس کے مُصنّفِ امام فقیہ النفس (فقہ میں گہری بصیرت رکھنے والے) فخر الدین اور زجندی ہیں۔

جن کی نسبت ائمہ و علماء نے تصریح فرمائی کہ "تصحیح سے عدول نہ کیا جائے" (یعنی ان کی تصحیح کے خلاف نہ جایا جائے)، کہ یہ "نفسِ اجتہادی" رکھتے ہیں (یعنی خود اجتہاد کی صلاحیت رکھتے ہیں)۔

تو اس کے مقابل بعض مالکیہ یا متأخرین خفیہ (یعنی بعد کے غیر مشہور علماء) کی شُرُوحِ حدیث پیش کرنا "فتاہت" (فقہ دانی و بصیرت) سے بالکل بعید (دور) ہے۔

علماء کرام تصریح فرماتے ہیں کہ "کُتبِ فقہ، شُرُوحِ حدیث پر مُقدم ہیں" (یعنی فقہی کتب کی حیثیت شُرُوحِ حدیث سے زیادہ اہم اور مقدم ہے)۔ کما فی رد المحتار وغیرہ۔

⁽²⁰⁾ (حاشیہ رد المحتار، علی الدر المختار: شرح تنویر الأبصار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فی وضع الجرید ونحو الآس علی القبور، 2/ 245، شركة مكتبة ومطبعة

مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية 1386 هـ = 1966 م)

سوال: تم نے جن احادیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے اس سے صرف اکیلے حضرت بریدہ صحابی نے استدلال کیا پھر اس پر وصیت فرمائی باقی صحابہ سے تو منقول نہیں؟

جواب: یہ قواعد (بنائے گئے اصول) اسلام سے بے بہرگی (اسلامی بصیرت اور فہم سے محرومی) کی دلیل ہے۔ ان سے کون پوچھے کہ کس نے لازم کیا کہ سب صحابہ بالا اجماع (اتفاق رائے) اُس پر عامل رہے ہوں؟ بعض کا قول اور باقی کا عدم انکار بلاشبہ کافی ہے۔

"أَصْحَابِي كَالنَّجْمِ، فَبِأَيِّهِمْ أَفْتَدَيْتُمْ أَهْتَدَيْتُمْ" (میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، تم ان میں سے جس کی پیروی کرو گے راہ پا جاؤ گے۔) (21)

یہ فرمایا کہ جب تک سب صحابہ بالاتفاق کسی فعل کے عامل نہ ہوں، اتباع نہ کرو۔ یہ فعل نبی ﷺ سے سب کو اطلاع کہاں ثابت؟ اور جن بعض کو اطلاع ہے ان میں دو کا فضل ثابت۔ اور بعض سے منقول نہیں، تو عدم نقل، نقل عدم نہیں۔ (22) نہ ترک مستحب (کسی مستحب عمل کو بعض کا چھوڑ دینا) مفید عام استحباب (سب کے لیے استحباب کے نہ ہونے کی دلیل) ہے۔

مودودی کے اجتہاد کا پردہ چاک: مودودی نے داڑھی کی مقدار قبضہ (یک مشت) کے انکار کا دار و مدار کیلئے قاعدہ ہی غلط رکھا۔ اور کہا کہ قبضہ پر داڑھی کی نقل صرف عبد اللہ بن عمر ہیں (رضی اللہ عنہ)۔

اس نے یہ غلط قاعدہ دیوبند کے فضلاء سے چھرا کہ مستقل مجتہد بن بیٹھا۔ اس کی مزید تفصیل فقیر کی کتاب "منتہ المنعم فی لحیۃ المسلم" میں دیکھئے۔

سوال: ابن طاہر نے مجمع البحار میں لکھا ہے: "وَلَيْسَ فِي الْجُرِيدَةِ مَعْنَى يُخَصُّهُ، وَإِنَّمَا ذَلِكَ بَرَكَةِ يَدِهِ، أَنْتَهَى."

جواب: یہ عبارت مجمع البحار میں ہے لیکن مخالفین نے حسب عادت ادھوری عبارت لکھ دی ہے۔ اصل اور مکمل عبارت یوں ہے۔ مجمع البحار جلد سوم مطبوعہ مطبع نوکسور ص ۴۹۸ میں ہے:

"وَلَيْسَ فِي الْجُرِيدَةِ مَعْنَى يُخَصُّهُ، وَإِنَّمَا ذَلِكَ بَرَكَةِ يَدِهِ، وَلِذَلِكَ أَتَكَرَّ الْخَطَّابِيُّ وَضَعَ النَّاسُ الْجُرِيدَ وَنَحْوَهُ عَلَى الْقَبْرِ. وَقِيلَ:

الرَّطْبُ يُسَبِّحُ فَيُخَفِّفُ بَرَكَتَهُ فَيَطْرُدُ فِي كُلِّ الرَّيَّاحِينَ وَالْبُقُولِ بِقَوْلِهِ: «وَأَنَّ مِنْ شَيْءٍ» أَيْ حَيٍّ، وَحَيَاةُ كُلِّ شَيْءٍ بِحَسَبِهِ." (23)

یعنی مطلب یہ ہے کہ جریدہ (یعنی بزشاخ) میں کوئی ایسا معنی نہیں جو اس کو خاص کرے، اور یہ تخفیف (عذاب میں کمی) تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دست مبارک کی برکت سے ہوئی۔

اور اسی واسطے خطابی نے لوگوں کے جریدہ وغیرہ قبر پر ڈالنے کا انکار کیا۔ اور کہا گیا ہے کہ **ثُر عَنِي** شاخ سبز تسبیح کرتی ہے (یعنی بزشاخ بھی اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے)۔

اور ہر چیز سے مراد ہر زندہ چیز ہے، اور ہر شے کی زندگی اسی کے لائق ہوتی ہے؛ نباتات کی زندگی اُس وقت تک رہتی ہے جب تک وہ خشک نہ ہو جائیں۔

(21) (مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب الصحابة رضي الله عنهم، الفصل الثالث، 1/ 1696، الحديث 6009- (12)، المكتب الإسلامي)

(22) یعنی اگر کسی سے روایت منقول نہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ چیز موجود نہ تھی۔ (س رضا)

(23) (مجمع بحار الأنوار، حرف الباء، باب يب، [يبس]، 5/ 190، مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية، الطبعة: الثالثة، 1387 هـ - 1967 م)

مخالفین نے عبارت کا یہ اخیر حصہ تو چھوڑ دیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تخفیفِ عذاب (عذاب میں کمی) کا باعث تسبیحِ جریدہ (ہز شاخ کی تسبیح) ہے۔ اور اسی عبارت میں قبروں پر پھول وغیرہ ڈالنے کا صاف جواز مذکور ہے۔ اور پہلا حصہ خطابی کا مذہب لکھ ڈالا، جس کا اکابر علماء نے رد کیا ہے۔

سوال: اس میں یہ قول بلفظِ قیل ہے۔

جواب: یہ عبارت بر مزر کرمانی یا قسطلانی شافعی کی ہے، مگر اس سے پہلے کی عبارت اسی مجمع البجاری میں ہے، جس میں اس قیل کو مذہبِ محققین سے مؤید (تائید) شدہ کیا ہے۔

حکیم صاحب اسے اڑا گئے، حالانکہ مجمع البجاری میں، ذکرِ احتمالِ شفاعت کے بعد لکھتے ہیں:

وَقِيلَ: لِكُونِهِمَا يُسَبِّحَانِ مَا دَامَا رَطْبَيْنِ، لِقَوْلِهِ تَعَالَى: "وَأِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ" (بنی اسرائیل: 44) أَيُّ شَيْءٍ حِينَ حَيَاتِهِ، وَحَيَاةُ الْخَشَبِ مَا لَمْ يَبْسُ، وَالْحَجَرِ مَا لَمْ يَقْطَعْ. وَالْمُحَقِّقُونَ عَلَى تَعْمِيمِ الشَّيْءِ وَتَسْبِيحِهِ، دَلَالَتُهُ عَلَى الصَّانِعِ. وَأُسْتُحِبَّتْ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ عِنْدَ الْقَبْرِ، لِأَنَّهُ إِذَا كَانَ يُخَفَّفُ بِتَسْبِيحِهِ فِتْلَاوَةُ الْقُرْآنِ أَوْلَى. (24)

یعنی اولیٰ (زیادہ مناسب یا بہتر) یعنی کہا گیا ہے کہ تخفیفِ عذاب کا باعث یہ ہے کہ وہ شاخیں جب تک نضر (تروتازہ) ہیں، تسبیح کریں گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: "کوئی شے نہیں مگر وہ تسبیح کرتی ہے۔ اور لکڑی کی زندگی اُس وقت تک ہے جب تک خشک نہ ہو، اور پتھر کی جب تک ہے کہ قطع (ٹوڑ) نہ کیا جائے۔ اور محققین کے نزدیک شے عام ہے، اور اس کی تسبیح صانع (خالق) پر دلالت کرنا ہے۔ اور قبر کے پاس قرآن شریف کا پڑھنا علماء نے مستحب (پسندیدہ عمل) قرار دیا ہے، کیونکہ جب تسبیحِ جریدہ سے تخفیف حاصل ہوتی ہے تو قرآنِ پاک کی تلاوت اور بھی اولیٰ (زیادہ بہتر و برتر) ہے۔

(۹) طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۶۴ میں ہے:

وَقَدْ أَفْتَى بَعْضُ الْأَئِمَّةِ مِنْ مُتَأَخِّرِي أَصْحَابِنَا بِأَنَّ مَا اغْتِيدَ مِنْ وَضْعِ الرَّجْجَانِ وَالْجُرِيدِ سُنَّةٌ هَذَا الْحَدِيثِ. (25)

یعنی بعض متاخرین احناف نے فتویٰ دیا ہے کہ خوشبودار پھول قبور پر رکھنا جائز ہے۔ اسی حدیث سے استدلال کیا گیا ہے جو مذکور ہوئی۔ اور یہ عادت جو اہل اسلام میں ہے صحیح اور جائز ہے۔

ف: علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کی فقہت کا لوہا مخالفین بھی مانتے ہیں۔ انہوں نے (احناف) کا فتویٰ واضح فرمایا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نجدی فتنے سے پہلے قبور پر پھول وغیرہ ڈالنا جملہ اہل اسلام کی عادت تھی۔

(۱۰) علامہ بدر الدین شارح بخاری رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَأَهْلُ التَّحْقِيقِ عَلَى أَنَّهُ يَسْبَحُ حَقِيقَةً، وَإِذَا كَانَ الْعَقْلُ لَا يَحِيلُ جَعَلَ التَّمْيِيزَ فِيهَا وَجَاءَ النَّصُّ بِهِ، وَجِبَ الْمَصِيرُ إِلَيْهِ. وَأُسْتُحِبَّ الْعُلَمَاءُ قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ عِنْدَ الْقَبْرِ هَذَا الْحَدِيثِ، لِأَنَّهُ إِذَا كَانَ يُرْجَى التَّخْفِيفُ لِتَسْبِيحِ الْجُرِيدِ، فَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ أَوْلَى. فَإِنْ قُلْتَ: مَا

(24) (مجمع بحار الأنوار، حرف الباء، باب يب، [يسس]، 5/ 190، مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية، الطبعة: الثالثة، 1387 هـ - 1967 م)

(25) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في زيارة القبور، ص 624، دار الكتب العلمية بيروت - لبنان، الطبعة: الطبعة الأولى 1418 هـ - 1997 م)

الحِكْمَةُ فِي كَوْنِهَا مَا دَامَا رَطْبِنِ يَمْنَعَانِ الْعَذَابَ، بَعْدَ دَعْوَى الْعُمُومِ فِي تَسْبِيحِ كُلِّ شَيْءٍ؟ قُلْتُ: يُمَكِّنُ أَنْ يَكُونَ مَعْرِفَةً هَذَا

کمعرفه عدد الزبانية في أنه تعالى هو المختص بها. (یعنی، ج ۱، ص ۸۷۴) ⁽²⁶⁾

یعنی اہل تحقیق کا مذہب ہے کہ وہ ٹہنی تر (گیلی یا تازہ) تسبیح پڑھتی ہے۔ قاعدہ ہے کہ جب عقل کو سمجھ نہ آئے اور صریح نص (واضح شرعی حکم) کا وجود ہو، تو عقل کو قربان کرنا چاہیے۔ علماء کرام نے قبر کے نزدیک قرآن پڑھنا مستحب بتایا ہے۔ ان کی دلیل یہی حدیث ہے، اس لیے کہ جب ٹہنیوں کی تسبیح سے تخفیف عذاب (عذاب میں کمی) ہوتی ہے، تو قرآن پاک کی تسبیح و تلاوت سے بطریق اولیٰ (زیادہ بہتر و مقدم درجہ میں) تخفیف ہوگی۔

اگر سوال کرو کہ جب قرآن میں عام حکم ہے، تو پھر ٹہنی کی تخصیص (یعنی اس کا خاص ہونا) کیوں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ علم اللہ تعالیٰ کو ہے، اور اس تخصیص کا حال وہی ہے جو زبانیہ ⁽²⁷⁾ ملائکہ کی تعداد کا ہے۔

فائدہ: تر ٹہنی ہو یا اور کوئی ترشے قبر پر رکھنے سے تخفیف عذاب یا رفع درجات احادیث شریف و فقہاء کی تصریحات سے ثابت ہے۔

لیکن وہابی دیوبندی منکر ہیں اور ایسی تصریحات و احادیث فقہ کا صاف انکار کرتے ہیں۔

لطیفہ: صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ کی سخت علمی گرفت پر ایک دیوبندی حکیم ہدایت الہی کے حواس باختہ (یعنی ہوش اڑے ہوئے) ہو گئے۔ اُس نے صاف لکھ دیا کہ،

حکیم صاحب: سوائے آنحضرت صلعم ⁽²⁸⁾ کے، سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین سے ہرگز ثابت نہیں کہ ان کا بھی یہ معمول تھا۔

جواب: سبحان اللہ صاحب کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہونا کافی نہیں؟ اگر اور لوگوں سے ثابت ہوتا تو مان لیتے؟ (شرم)

حکیم صاحب: اور جو حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی وصیت اور روایت سے استدلال کیا ہے کہ شاخہائے تر (یعنی تر ٹہنیاں) کا قبور پر ڈالنا عموماً جائز ہے، ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے۔

جواب: ہاں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہونا آپ نے کافی نہ سمجھا، تو بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت کیوں ماننے لگے ہو؟ وہ تو صحابی ہیں، مگر یہ بھی تو فرما چکے ہو کہ سلف صالحین سے ثابت ہو گا تو تسلیم کریں گے۔ کیا آپ نے حضرت بریدہ صحابی رضی اللہ عنہ کو سلف صالحین میں شمار بھی نہیں کیا؟ آپ نے ایک ان کا پایہ مولوی اسحاق دہلوی سے بھی کچھ کم ہے (یعنی انہیں اس درجہ پر بھی نہ رکھا) جو ان کا قول تسلیم کر لیا۔ اور ان کی روایت تسلیم نہیں کرتے۔

فائدہ: دیکھا حکیم نے کیا لکھ مارا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تو، کیا حکیم کو تو سلف صالحین کی پیروی کرنی ہے۔

(۱۱) مدخل لابن الحاج میں ہے: "وَالْعَامَّةُ فِي كَثِيرٍ مِنَ الْبُلْدَانِ تَغْرِسُ الْخُوصَ فِي قُبُورِ مُوْتَاهَا." ⁽²⁹⁾

یعنی بکثرت شہروں میں، عام اہل اسلام اپنے اموات کی قبروں میں برگِ خرما (یعنی کھجور کے پتے یا شاخیں) ڈالتے ہیں۔

⁽²⁶⁾ (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب ما جاء في غسل البول، 3 / 117، دار إحياء التراث العربي)

⁽²⁷⁾ "زبانية" (زبانیہ) ایک قرآنی لفظ ہے، اور اس سے مراد دوزخ کے وہ سخت اور عذاب دینے والے فرشتے ہیں جو جہنم کے عذاب پر مقرر کیے گئے ہیں۔ (ن اویسی)

⁽²⁸⁾ ہم کہتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس حوالے سے حضور فیض ملت رحمہ اللہ کا رسالہ "کراہتِ صلعم" بہترین ہے۔ ویب سائٹ پر بھی موجود ہے۔ (ن اویسی)

⁽²⁹⁾ (المدخل لابن الحاج، فصل تصرف الناس في أسبائهم وصنائعهم ومعاشيهم، فصل استحباب تهيئة طعام لأهل الميت، 3 / 281، دار التراث، الطبعة: بدون طبعة وبدون تاريخ)

فائدہ: معلوم ہوا کہ قدیم سے برگِ خُرماء (یعنی کھجور کے پتے یا شاخیں) وغیرہ قبر پر ڈالتے چلے گئے۔ وہابیت نے اسے بدعت کہا اور اس سے واضح ہوا کہ وہابیت خود بدعت کے مرتکب ہیں۔

سوال: مدخل میں جریدتین کا انکار ثابت ہے۔ انہوں نے حضرت بریدہ صحابی رضی اللہ عنہ کیلئے لکھا کہ ان کا قول عملِ حجت نہیں۔

جواب: مدخل میں موجود ان کی تصریح (یعنی واضح بیان) میں نے لکھ دی ہے۔ باقی رہا ان کا ابو بریدہ رضی اللہ عنہ کے قول کی حُجَّت (یعنی شرعی دلیل یا ثبوت کی حیثیت) کی بات، تو انہوں نے تو اصولِ حدیث پر بحث کی ہے کہ قولِ صحابی (یعنی کسی صحابی کا ذاتی قول یا رائے) حُجَّت نہیں۔ اور وہ مالکی ہیں۔ مالکیوں کے ہاں یہ قاعدہ صحیح ہے، لیکن ہم حنفی ہیں، اور دیوبندی بھی حنفیت کے مدعی (یعنی دعویٰ کرنے والے) ہیں۔ احناف کے اصول میں قول و عملِ صحابی حُجَّت نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ دیوبندی صرف لبِ لیل (یعنی ظاہری نسبت یا نام رکھنے تک) محدود ہیں، کہ خود کو حنفی کہلاتے ہیں، ورنہ درحقیقت یہ وہابی ہیں کہ وہابیت کے اصول پر چلتے ہیں۔

(۱۲) حضرت سلطان العلماء ملا علی قاری لکھتے ہیں: **وَاسْتُحِبَّ الْعُلَمَاءُ قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ عِنْدَ الْقَبْرِ هَذَا الْحَدِيثِ، إِذْ تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ أَوْلَىٰ**

بِالتَّخْفِيفِ مِنْ تَسْبِيحِ الْجَرِيدِ. وَقَدْ ذَكَرَ الْبُخَارِيُّ أَنَّ بُرَيْدَةَ بْنَ الْحَصْبِ الصَّحَابِيَّ أَوْصَىٰ أَنْ يُجْعَلَ فِي قَبْرِهِ جَرِيدَتَانِ، فَكَانَهُ

تَبْرَكَ بِفِعْلٍ مِثْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (۳۰) (مرقات، ج ۱۰، ص ۲۸۶، مطبوع مصر)

یہی علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی کتاب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

وَقِيلَ: لِكُونِهِمَا يُسَبِّحَانِ مَا دَامَا رَطْبَيْنِ. قَالَ كَثِيرٌ مِنَ الْمَفْسِّرِينَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: {وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ} [الْإِسْرَاءُ:]

۴۴]، مَعْنَاهُ أَنَّ مِنْ شَيْءٍ حَيٍّ، ثُمَّ قَالَ: وَحَيَاةُ كُلِّ شَيْءٍ بِحَسْبِهِ، فَحَيَاةُ الْخَشَبِ مَا لَمْ يَبْسُ، وَالْحَجَرِ مَا لَمْ يَنْقَطِعْ، وَالْمُحَقِّقُونَ عَلَى

الْعُمُومِ، وَأَنَّ التَّسْبِيحَ عَلَى حَقِيقَتِهِ لِأَنَّ الْمُرَادَ الدَّلَالَةَ عَلَى الصَّانِعِ. وَاسْتُحِبَّ الْعُلَمَاءُ قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ عِنْدَ الْقَبْرِ هَذَا الْحَدِيثِ، إِذْ

تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ أَوْلَىٰ. (۳۱)

ترجمہ: یعنی جب تک ترہوں، اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ** (سورۃ: بنی اسرائیل، ۱۱۱)

(ترجمہ: اور کوئی چیز نہیں مگر وہ اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے) ہر شے اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتی ہے جب تک زندہ ہو، اور لکڑی کی حیات تروتازگی میں ہے۔ اور پتھر کی (زندگی)

جب تک سالم ہے، ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو۔ مُحَقِّقِينَ کہتے ہیں کہ یہ حکم عام ہے، اور ان کی تسبیح صانع (یعنی خالق، پیدا کرنے والے) کے وجود کی دلیل ہے۔ اسی لئے فرمایا

کہ قبر کے نزدیک قرآن پڑھنا مستحب ہے، کیونکہ تسبیح سے عذاب کی تخفیف (یعنی کمی یا نرمی) ہوتی ہے، تو قرآن پڑھنے سے بطریقِ اولیٰ (یعنی اور زیادہ حق و مناسب طور

پر) ہوتی ہے۔

(۱۳) فتاویٰ برہنہ، مطبع نوکسور، جلد اول، ص ۳۶۲ میں ہے کہ،

(۳۰) (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الطہارۃ، باب آداب الخلاء، ۱ / ۳۷۶، دار الفکر، بیروت - لبنان، الطبعة: الأولى، ۱۴۲۲ھ - ۲۰۰۲ء)

(۳۱) (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الطہارۃ، باب آداب الخلاء، ۱ / ۳۷۶، دار الفکر، بیروت - لبنان، الطبعة: الأولى، ۱۴۲۲ھ - ۲۰۰۲ء)

"و در خبر است کے کہ زیارت کند و گوید الہم انی اسئلك بحق محمد و آل محمد **أَنْ لَا تُعَذِّبَ الْمَيِّتَ** حق تعالیٰ عذاب ازاں گور بردار و نافع صور و گل و ریحان بر گور نہادن اولیٰ است کہ تا ترست تسبیح می گوید و میت ازاں انس میگیرد از بینجا گفته اند کہ گیاه تراز گوزن شاید و در کرد ہر چند گیاه تربود اثر رحمت بیشتر بود **کہافی الترغیب** و تصدق بقیمت اولیٰ تر"

یعنی حدیث شریف میں ہے کہ قبر کی زیارت کرے اور کہے اے اللہ بطفیل محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میت کو عذاب نہ دے تو اس مردے سے تا قیامت عذاب اٹھ جاتا ہے اور ریحان (پھول) قبر پر رکھنا بہتر ہے کہ جب تک تر رہیں گے تسبیح کریں گے ان سے میت مانوس ہوگی۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ قبر سے گھاس نہیں اکھیڑنا چاہئے۔ تاکہ میت پر رحمت کی بارش ہو اور ان کی قیمت صدقہ کرنا اولیٰ ہے۔

(۱۳) **فتاویٰ عزیزی، مطبع مجتہائی دہلی میں ہے:** "و نہا دن گل و خوشبو ما خود ازاں است کہ کفن میت را بخوشبو بود و کافور و دیگر خیر با ازیں جنس مثل حفظ یعنی اگر کچھ آمدہ است و حالانکہ میت در قبرست ازیں چیز ہا بر قبری نہند تماشاہت بمیت تازہ بہم رسد محتمل است کہ ازیں نہادن خوشبو سر در میت می رسد زیرا کہ دریں حالت زندگی کہ قوت شامہ است مفقود است اماقتباسا بر لذات کہ میت را می و سد بعد موت از روئے شرع شریف ثابت یعنی لذت بائے عالم کہ در احادیث صحیحہ آمدہ است کہ قبائید من روحہا و طیہا و در حق شہدا در قرآن مجید دار درست یرزقون فرحین ابتات می نو اند نمود" (32)

امام نووی شارح مسلم رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

وَقِيلَ: لِكُونِهِمَا يُسَبِّحَانِ مَا دَامَا رَطْبَيْنِ، وَلَيْسَ لِلْيَاسِ تَسْبِيحٌ، وَهَذَا مَذْهَبُ كَثِيرِينَ أَوْ الْأَكْثَرِينَ مِنَ الْمُفَسِّرِينَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى:

«وَأِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ». (نووی، ج ۱، ص ۱۴۱) (33)

ترجمہ: بعض نے کہا کہ وہ تسبیح پڑھتی ہیں جب تک تر ہوگی اور خشک کی کوئی تسبیح نہیں یہی اکثر فقہا کا مذہب ہے اور یہی مفسرین فرماتے ہیں۔

اسکے بعد لکھا کہ **وَاسْتُحِبُّوا قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ عِنْدَ الْقَبْرِ، لِأَنَّهُ إِذَا كَانَ يُخَفَّفُ بِتَسْبِيحِهِ، فِتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ أَوْلَىٰ**. (مجمع البحار، ج ۳، ص ۴۹۸) (34)

یعنی علماء کرام کے نزدیک قبر کے قریب قرآن پڑھنا مستحب ہے اس لئے کہ جب ٹہنی کی تسبیح تخفیف عذاب ہے تو تلاوت قرآن سے بطریق اولیٰ۔

لطیفہ: عوام اہل اسلام یقین فرمائیے کہ دیوبندی و وہابی دھوکہ دہی کے استاد ہیں۔ معمولی سا سہارا کہیں سے مل جائے تو بغلیں بجاتے نہیں تھکتے، خواہ وہ سہارا غلط ہی کیوں نہ ہو۔

(32) ترجمہ: قبر پر پھول اور خوشبو رکھنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ جیسے میت کے کفن کو خوشبو اور کافور سے معطر کیا جاتا ہے، اسی طرح دیگر خیر و برکت والی چیزیں مثلاً برگ خرما وغیرہ بھی اسی نوع کی ہیں۔ یعنی اگرچہ میت قبر میں دفن ہو چکی ہے، مگر ایسی چیزیں قبر پر رکھی جاتی ہیں تاکہ اس کی مشابہت تازہ دفن ہونے والے میت سے باقی رہے۔ یہ احتمال (امکان) ہے کہ خوشبو رکھنے سے اس کی مہک کسی نہ کسی درجے میں میت تک پہنچتی ہو، کیونکہ بظاہر تو مرنے کے بعد قوت شامہ (سوگھنے کی حس) ختم ہو جاتی ہے، لیکن بطور اقتباس و مناسبت اس لیے رکھا جاتا ہے کہ میت کو بعد موت جو لذتیں حاصل ہوتی ہیں وہ شریعت سے ثابت ہیں۔ یہ وہی برزخی لذتیں ہیں جن کا ذکر احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ قبر اپنے اندر موجود روح اور خوشبو سے لذت پاتی ہے۔ اور شہداء کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا گیا:

"وہ اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں اور خوش رہتے ہیں"۔ (آل عمران: 170)

یعنی یہ عمل (قبر پر خوشبو یا ہری شاخ رکھنا) بظاہر ایک رسم ہے، مگر درحقیقت اس کے پیچھے یہ حکمت ہے کہ برزخ میں بھی روح کو راحت و لذت حاصل ہوتی ہے، اور خوشبو و طیب اسی روحانی لذت کی علامت ہیں۔ (س رضا)

(33) (شرح النووي علی مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الدلیل علی نجاسة البول ووجوب الاستبراء منه، 202/3، دار إحياء التراث العربی - بیروت، الطبعة: الثانية، 1392ھ)

(34) (مجمع بحار الأنوار، حرف الباء، باب یب، [ییس]، 190/5، مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانیة، الطبعة: الثالثة، 1387ھ - 1967م)

مثلاً: اسی مسئلہ میں انہیں کہیں سے امام قسطلانی رحمہ اللہ علیہ کا قول ملا تو فوراً چونک اٹھے کہ "قبور پر پھول ڈالنا حرام ہے، اور سخت حرام، اس لئے کہ بخاری کے شارح نے لکھ دیا۔ یہ نہ دیکھا کہ اہل علم پھبتیاں (طنزیہ جملہ یا طعن) اڑائیں گے۔

یہ لوگ کبھی اپنے آپ کو حنفی کہلاتے ہیں اور کبھی عامل بالحدیث (جو براہ راست حدیث پر عمل کا دعویٰ کرے)، اور قول پیش کر دیتے ہیں شافعی المذہب کا! حالانکہ یہ فقہی مسئلہ ہے، اس میں احناف کو حنفی قول چاہئے اور عامل بالحدیث کو حدیث۔ لیکن کیا کیا جائے، جہاں اصول و ضوابط کو بالائے طاق (نظر انداز یا ترک کر دینا) رکھ دیا جائے، تو پھر.....

اور ان کی بدحواسی (گھبراہٹ یا فکری انتشار) بھی قابلِ رحم ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمال کی دلیل ہم نے جب امام ابن حجر رحمہ اللہ علیہ کے قول سے بیان کی، تو کہنے لگے کہ "ہم نہیں مانتے، کیونکہ یہ شافعی المذہب ہیں۔"

یعنی ہم نے جب ہر قبر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی تائیدی عبارت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ علیہ کی پیش کی، تو فوراً کہا کہ یہ شافعی المذہب ہیں۔ اب عوام میرے ساتھ مل کر کیوں نہیں کہتے کہ یہ ہیں شتر مرغ (اونٹ نما پرندہ، جو کبھی اڑنے سے انکار کرے اور کبھی دوڑنے سے) یا شتر بے بہار (اونٹ جس کے پاس نہ سواری کی طاقت ہو نہ فائدہ)۔

باب سوم: "سوالات و جوابات"

سوال: قبور بر گل پاشی وغیرہ کا انکار بڑے محدثین سے منقول مثلاً: قسطلانی و امام خطابی نے انکار کیا ہے۔

جواب (۱): اس کے جوابات بھی بڑے بڑے محدثین سے منقول ہیں امام بدر الدین شارح بخاری عینی میں لکھتے ہیں:

"وَمِنْهَا: أَنَّهُ قِيلَ: هَلْ لِلْجَرِيدِ مَعْنَى يُخَصُّهُ فِي الْعَزْرِ عَلَى الْقَبْرِ لِتَخْفِيفِ الْعَذَابِ؟

الْجَوَابُ: أَنَّهُ لَا مَعْنَى يُخَصُّهُ، بَلِ الْمَقْصُودُ أَنْ يَكُونَ مَا فِيهِ رُطُوبَةً مِنْ أَيْ شَجَرٍ كَانَ، وَلِذَلِكَ أَنْكَرَ الْخَطَّابِيُّ وَمَنْ تَبِعَهُ وَضَعَ

الْجَرِيدِ الْيَابِسِ." (35)

ترجمہ: کھجور کی شاخ کی کیا خصوصیت ہے جو قبروں پر گاڑی جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کھجور کی شاخ میں کوئی خصوصیت نہیں۔ مقصود تو تر ہے۔

خواہ کسی درخت کی ہو اسی وجہ سے خطابی اور ان کے متبعین نے قبر پر کھجور کی خشک شاخ ڈالنے سے انکار کیا ہے۔

جواب (۲): یہی امام عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ،

"قَالَ الْخَطَّابِيُّ: فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى اسْتِحْبَابِ تِلَاوَةِ الْكِتَابِ الْعَزِيزِ عَلَى الْقُبُورِ، لِأَنَّهُ إِذَا كَانَ يُرْجَى عَنِ الْمَيِّتِ التَّخْفِيفُ

بِتَسْبِيحِ الشَّجَرِ، فَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ أَعْظَمَ رَجَاءً وَبَرَكََةً." (36) (یعنی شرح بخاری ج ۱ ص ۸۷۵)

یعنی خطابی نے کہا: اس حدیث میں دلیل ہے کہ قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت مستحب ہے، اس لئے کہ جب درخت کی تسبیح میں میت سے تخفیف عذاب کی

³⁵ (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب ما جاء في غسل البول، 3 / 115، دار إحياء التراث العربي)

³⁶ (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب ما جاء في غسل البول، 3 / 118، دار إحياء التراث العربي)

امید ہوئی تو قرآن عظیم کی تلاوت میں تو امید و برکت عظیم تر ہے، مذکورہ بحث میں امام خطابی کے قول کی تردید ان کے اپنے قول سے ہو رہی ہے یا یہ کم از کم اتنا کہ امام خطابی کا قول خود مضطرب ہے۔ اور مضطرب قول قابل اسناد (دلیل) نہیں ہو سکتا۔

جواب (۳): امام قسطلانی کے انکار کی وجہ وہ یہ ہے: **أَنَّ ذَلِكَ خَاصٌّ بِالْمُنْفَعَةِ بِمَا فَعَلَهُ الرَّسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَرَكَتِهِ الْخَاصَّةِ بِهِ.** (37)

یعنی انہوں نے اس منفعت کو نبی کریم علیہ السلام کے دست مبارک کی برکت کے ساتھ مختص خیال کیا۔

امام قسطلانی ہمارے لئے بسیر و چشم لیکن بمقابلہ امام عینی کہاں اور کہاں امام قسطلانی۔

علم التحقیق اور مرتبے کے لحاظ سے امام عینی امام قسطلانی سے افضل ہیں (رحمہم اللہ تعالیٰ) امام عینی قسطلانی کے استاذ الاستاذ کے مرتبہ کے ہیں کیونکہ امام قسطلانی امام سخاوی کے شاگرد ہیں۔ اور سخاوی، عسقلانی و عینی کے ہم عصر ہم شہر ہیں۔ اور بہت سے مقامات پر قسطلانی نے عینی کی نقلیں لی ہیں۔

جواب (۴): حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جن کے متعلق حضرت علامہ علی قاری یوں رقمطراز ہیں:

وَشَيْخٌ مَشَايِخَنَا السُّيُوطِيُّ هُوَ الَّذِي أَحْيَا عِلْمَ التَّفْسِيرِ الْمَأْثُورِ فِي الدَّرِّ الْمُنْتَوِرِ، وَجَمَعَ جَمِيعَ الْأَحَادِيثِ الْمُتَفَرِّقَةِ فِي جَامِعِهِ الْمَشْهُورِ، وَمَا تَرَكَ فَنَّا إِلَّا وَلَهُ فِيهِ مَنَنْ أَوْ شَرْحٌ مَسْطُورٌ، بَلْ وَلَهُ زِيَادَاتٌ وَمُخْتَرَعَاتٌ يَسْتَحِقُّ أَنْ يَكُونَ هُوَ الْمُجَدِّدُ فِي الْقُرْآنِ الْمَذْكُورِ كَمَا

أَدَّعَاهُ وَهُوَ فِي دَعْوَاهُ مَقْبُولٌ وَمَشْكُورٌ، هَذَا وَالْأَظْهَرُ عِنْدِي وَاللَّهُ أَعْلَمُ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۴) (38)

یعنی ہمارے شیخ المشائخ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ وہ ہیں جنہوں نے علم تفسیر کو در منثور میں زندہ کیا۔ اور جمیع احادیث متفرقہ کو اپنی مشہور جامع میں جمع فرمایا۔

کوئی فن نہیں چھوڑا جس میں کوئی متن یا شرح نہ لکھی ہو۔ بلکہ ان کی زیادات و مخترعات بھی ہیں۔ وہ اپنے زمانہ کے مجدد ہونے کے مستحق ہیں۔

جیسا کہ انہوں نے دعویٰ کیا ہے۔ وہ اپنے دعویٰ میں مقبول و مشکور ہیں۔ (باقی فضائل فقیر کے رسالہ حیۃ الانبیاء میں دیکھئے)

ایسے مجدد سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَقَدْ اسْتَنْكَرَ الْخُطَّابِيُّ وَمَنْ تَبِعَهُ وَضَعَ النَّاسِ الْجَرِيدَ وَنَحْوَهُ فِي الْقَبْرِ عَمَلًا بِهَذَا الْحَدِيثِ، وَقَالَ الطَّرْطُوشِيُّ: لِأَنَّ ذَلِكَ خَاصٌّ بِبَرَكَتِهِ يَدِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ: لَيْسَ فِي السِّيَاقِ مَا يَقْطَعُ بِأَنَّهُ بَاشَرُ الْوَضْعِ بِيَدِهِ الْكَرِيمَةِ، بَلْ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ أَمْرٌ بِهِ. وَقَدْ تَأَسَّى بُرَيْدَةُ بْنُ الْحَصِيبِ الصَّحَابِيُّ بِذَلِكَ، فَأَوْصَى أَنْ يُوَضَعَ عَلَى قَبْرِهِ جَرِيدَتَانِ، وَهُوَ أَوْلَى بِأَنْ يُوَضَعَ مِنْ غَيْرِهِ، أَنْتَهَى. قُلْتُ: وَأَثَرُ بُرَيْدَةَ مَخْرُجٌ فِي طَبَقَاتِ ابْنِ سَعْدٍ، وَقَدْ أَوْرَدْتُهُ فِي كِتَابِي شَرْحُ الصُّدُورِ مَعَ أَثَرِ آخَرَ عَنْ أَبِي بَرَزَةَ الْأَسْلَمِيِّ، مَخْرُجٌ فِي تَارِيخِ ابْنِ عَسَاكِرَ. وَقَدْ رَدَّ النَّوَوِيُّ اسْتِنْكَارَ الْخُطَّابِيِّ، وَقَالَ: لَا وَجْهَ لَهُ. (حاشیہ نسائی شریف) (39)

(37) (إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الجريد على القبر، 3/ 454، دار الكتب العلمية، بيروت - لبنان، الطبعة: الأولى، 1416 هـ - 1996 م)

(38) (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابيح، كتاب العلم، 1/ 321، الحديث 247، دار الفكر، بيروت - لبنان، الطبعة: الأولى، 1422 هـ - 2002 م)

(39) (حاشية السيوطي على سنن النسائي، كتاب الطهارة، 1/ 30، مكتب المطبوعات الإسلامية - حلب، الطبعة: الثانية، 1406 - 1986)

خلاصہ یہ کہ خطابی اور ان کے متبعین نے لوگوں کی قبروں پر ترشاخیں وغیرہ رکھنے کا انکار کیا ہے، طرطوسی نے کہا ہے کہ اس لیے کہ نبی کریم علیہ السلام کے دست مبارک کی برکت کے ساتھ مختص ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا کہ حدیث کا سیاق بھی یقین نہیں دلاتا کہ نبی کریم علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے ہی شاخیں جمائی ہوں۔

بلکہ یہ احتمال ہے کہ کسی کو یہ حکم فرما دیا ہو، اسی لحاظ سے حضرت بریدہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں اور غیروں کا اتباع کرنے سے انکی اتباع مناسب تر ہے۔

(مجدد سیوطی علیہ الرحمہ) فرماتے ہیں کہ،

میں کہتا ہوں بریدہ کا اثر طبقات ابن سعد میں تخریج کیا گیا ہے اور میں نے شرح الصدور میں مع ابوہریرہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے دوسرے اثر کے وارد کیا ہے اور نووی نے خطابی کے انکار کو رد کیا ہے، اور اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔

جواب (۵): امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم شریف میں فرماتے ہیں:

"وَقَدْ أَتَكَرَّ الْخُطَّابِيُّ مَا يَفْعَلُهُ النَّاسُ عَلَى الْقُبُورِ مِنَ الْأَخْوَاصِ وَنَحْوِهَا مُتَعَلِّقِينَ بِهَذَا الْحَدِيثِ وَقَالَ لَا أَصْلَ لَهُ

وَلَا وَجْهَ لَهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ" (40) (امام نووی شرح مسلم، ج ۱، ص ۴۱)

یعنی خطابی نے لوگوں کی قبروں پر ترشاخیں وغیرہ ڈالنے کا انکار کیا ہے اور **لَا أَصْلَ لَهُ** (یعنی اسکی کوئی اصل نہیں) کہا، واقع میں **لَا أَصْلَ لَهُ** کہنے کی کوئی وجہ نہیں

جواب (۶): علامہ امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

وَمِنْهَا أَنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّلَ غَرْزَهُمَا عَلَى الْقَبْرِ بِأَمْرِ مُعَيَّنٍ مِنَ الْعَذَابِ، وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ ذَلِكَ مُطْلَقًا؟

الْجَوَابُ: أَنَّهُ لَا يَلْزَمُ مِنْ كَوْنِنَا لَا نَعْلَمُ أَيُّعَذَّبُ أَمْ لَا؟ أَنْ نَتَزَكَّ ذَلِكَ. أَلَا تَرَى أَنَّا نَدْعُو لِلْمَيِّتِ بِالرَّحْمَةِ، وَلَا نَعْلَمُ أَيُّزَحَمُ

أَمْ لَا؟ (41) (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، ج ۱، ص ۷۷۹)

اسکا ترجمہ اگلے صفحہ پر بطور سوال جواب پڑھئے۔

ترجمہ: خطابی (امام ابوسلمان الخطابی رحمہ اللہ) اور ان کے متبعین نے لوگوں کے اس عمل کو ناپسند کیا ہے کہ وہ (قبر پر) جرید یا اسی طرح کی کوئی شاخ رکھتے ہیں۔ انہوں نے اس حدیث (جس میں حضور ﷺ نے دو ترشاخیں قبر پر رکھی تھیں) کی بنا پر یہ کہا ہے۔ (س رضا)

طرطوسی نے کہا: یہ عمل خاص ہے حضور ﷺ کے دست مبارک کی برکت کے ساتھ، اس لیے دوسروں کے لیے اس کی اتباع (یعنی نقل) نہیں۔ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: روایت کے سیاق میں کوئی ایسی بات نہیں جو یہ صراحت کرے کہ ان (دو شاخوں) کو حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ہی رکھا تھا، بلکہ یہ احتمال ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے رکھنے کا حکم دیا ہو۔ اور حضرت بریدہ صحابی رضی اللہ عنہ نے اسی پر عمل کرتے ہوئے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر بھی دو جرید (شاخیں) رکھی جائیں، اور یہی زیادہ مناسب ہے کہ دوسروں کی نسبت اسی (عمل صحابی) کی پیروی کی جائے۔ انہی، یعنی ابن حجر کا قول ختم ہوا۔

میں (مصنف) کہتا ہوں: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا یہ اثر ابن سعد کی طبقات میں مروی ہے، اور میں نے اسے اپنی کتاب شرح الصدور میں ایک اور اثر کے ساتھ ذکر کیا ہے، جو حضرت ابوہریرہ سے منقول ہے، اور اسے تاریخ ابن عساکر میں بھی روایت کیا گیا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے خطابی کے اس انکار کو رد کر دیا ہے اور فرمایا: اس (انکار) کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ (س رضا)

(40) (شرح النووي علی مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الدلیل علی نجاسة البول ووجوب الاستبراء منه، 202 / 3، دار إحياء التراث العربی - بیروت، الطبعة: الثانية، 1392 هـ)

(41) (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب ما جاء في غسل البول، 120 / 3، دار إحياء التراث العربی)

ف: حافظ ابوالفضل شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح بخاری میں بھی اسی طرح لکھا ہے:

سوال: نبی کریم علیہ السلام کا شاخیں جمانا اس لیے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان اہل قبور کا مُعَذِّب (عذاب میں مبتلا) ہونے کا علم تھا اور ہمیں اس کا مطلق علم نہیں۔

جواب (۱): ہمارے نہ جاننے سے کہ اس صاحب قبر پر عذاب کیا جا رہا ہے یا نہیں یہ لازم نہیں آتا کہ ہم شاخیں جمانا بھی چھوڑ دیں، کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم میت کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ اس پر رحم کیا جائیگا یا نہیں۔

جواب (۲): اگر کوئی شخص مُعَذِّب (عذاب میں مبتلا) ہو یا مغفور (بخشا ہوا) دونوں صورتوں میں چونکہ ہمیں علم نہیں ہے۔ اس لئے دونوں صورتوں میں اس کے لئے دعائے مغفرت کرنا جائز ہے۔ حالانکہ بخشا ہوا ہماری دعاؤں کا حاجت مند نہیں ہوتا۔ اسی طرح ہر قبر پر بنیت نفع صاحب قبر پھول و تر شاخیں جمانا جائز ہی نہیں بلکہ سنتِ مستحبہ ہے۔ کیونکہ صاحب قبر کے معذب ہونے یا مغفور ہونے کے بارے ہم لا علم ہیں۔ یا جس طرح مغفور کے لئے دعائے مغفرت کرنے سے اسکے درجات بلند ہوتے ہیں۔ اسی طرح مغفور کی قبر پر پھول ڈالنے یا تر شاخیں جمانے سے پھولوں اور تر شاخوں کی حمد و تسبیح کی وجہ سے اسکے درجات بلند ہوتے ہیں۔⁽⁴²⁾

چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں مذکور ہے:

۱- وَضْعُ الْوُرُودِ وَالرَّيَاحِينَ عَلَى الْقُبُورِ حَسَنٌ وَإِنْ تَصَدَّقَ بِقِيَمَةِ الْوُرْدِ كَانَ أَحْسَنَ.⁽⁴³⁾

یعنی قبروں پر تر شاخیں اور پھول ڈالنا اچھا ہے۔ اور ان کی قیمت کا صدقہ بھی اچھا ہے۔

۲- اسی طرح فقہ کی معتبر کتاب رد المحتار شرح الدر المختار مطبوعہ مصر میں ہے کہ،

وَمِنْ الْحَدِيثِ نَذْبُ وَضْعِ ذَلِكَ لِلاتِّبَاعِ وَيُقَاسُ عَلَيْهِ مَا أُعْتِيدَ فِي زَمَانِنَا مِنْ وَضْعِ أَغْصَانِ الْأَسْرِ وَنَحْوِهِ، وَصَرَّحَ بِذَلِكَ أَيْضًا جَمَاعَةٌ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ، وَهَذَا أَوَّلَى مَا قَالَ بَعْضُ الْمَالِكِيَّةِ مِنْ أَنَّ التَّخْفِيفَ عَنِ الْقَبْرِينِ إِنَّمَا حَصَلَ بِبَرَكَتِ يَدِهِ الشَّرِيفَةِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَوْ دُعَائِهِ لهُمَا فَلَا يُقَاسُ عَلَيْهِ غَيْرُهُ. وَقَدْ ذَكَرَ الْبُخَارِيُّ فِي صَحِيحِهِ أَنَّ بُرَيْدَةَ بْنَ الْحُصَيْبِ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -

أَوْصَى بِأَنْ يُجْعَلَ فِي قَبْرِهِ جَرِيدَتَانِ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ⁽⁴⁴⁾ (رد المحتار، ص ۹۴۶)

⁽⁴²⁾ (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب ما جاء في غسل البول، 3 / 120، دار إحياء التراث العربي)

⁽⁴³⁾ (الفتاوى العالمية المعروفة بالفتاوى الهندية، كتاب الكراهية وهو مشتمل على ثلاثين بابا، الباب السادس عشر في زيارة القبور وقراءة القرآن في المقابر، 3 / 120، المطبعة الكبرى

الأميرية ببلاط مصر (وصورتها دار الفكر بيروت وغيرها)، الطبعة: الثانية، 1310 هـ)

⁽⁴⁴⁾ ترجمہ: اور اسی حدیث سے یہ مذہب (یعنی فقہی موقف) اخذ کیا گیا ہے کہ اس عمل (یعنی قبر پر تر شاخ رکھنے) کو اجماع (پیروی) کے لیے مشروع (یعنی جائز اور سنت کی طرح سمجھا گیا) کیا گیا ہے۔ اور اسی پر قیاس کیا جائے گا (یعنی اسی حکم پر شمار ہوگا) جو ہمارے زمانے میں اصحابِ ائس (آس کے درخت کی شاخیں) اور اس جیسی چیزیں قبروں پر رکھنے کا رواج ہے۔ اور اس بات کو شافعیہ (یعنی امام شافعیؒ کے پیرو فقہاء) کی ایک جماعت نے بھی واضح طور پر بیان کیا ہے۔ اور یہی قول (یعنی قبروں پر تر شاخ رکھنے کو جائز سمجھنا) اس بات سے اولیٰ (زیادہ درست اور بہتر) ہے جو بعض مالکیہ (یعنی امام مالک کے فقہاء) نے کہا ہے کہ ان دونوں قبروں سے عذاب کی تخفیف صرف برکتِ دستِ مبارکِ رسول ﷺ آپ ﷺ کی دعائے خیر کے سبب سے ہوئی تھی، لہذا اس پر دوسرے لوگوں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے کہ حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی تھیکہ ان کی قبر میں دو جرید تین (یعنی دو تر شاخیں یا کھجور کی ٹہنیاں) رکھی جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جائے والا ہے۔ (س رضا)

خلاصہ یہ کہ تر شاخیں (یعنی کھجور یا آس کی ہری ٹہنیاں) قبر پر رکھنے یا ڈالنے کا استحباب (پسندیدگی و فضیلت) حدیث سے ثابت ہے، اور اسی پر قیاس (یعنی شرعی تشبیہ یا مساوات) کیا جائے گا جو ہمارے زمانہ (دور یا عصر حاضر) میں آس وغیرہ کی شاخیں ڈالنے کی عادت ہو گئی ہے۔

شافعیوں کی ایک جماعت (یعنی امام شافعی کے پیرو فقہاء کا ایک گروہ) نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے۔ اور یہ مالکیوں (یعنی امام مالک کے فقہاء) کے اس قول سے اولیٰ (زیادہ قوی و درست) ہے کہ تخفیف (عذاب میں کمی) دونوں قبروں میں بسبب برکتِ مصطفیٰ ﷺ (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک کی برکت سے) حاصل ہوئی تھی یا آپ کی دعاء سے ان دونوں کے لیے، پس اس پر قیاس نہ کیا جائے گا۔ اور بخاری (یعنی امام بخاری) نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے کہ بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی رسول ﷺ) نے وصیت کی کہ ان کی قبر میں کھجور کی دو شاخیں رکھ دی جائیں۔

سوال: گل پاشی وغیرہ اگر جائز ہوتی تو حضور نبی کریم علیہ السلام نے اپنے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و دیگر قبروں کے ساتھ یہ سلوک کیوں نہ کیا؟

جواب: کہ آج کل رمضان شریف میں تراویح کے ساتھ جو سلوک رواج رکھا جاتا ہے، نبی کریم علیہ السلام نے تو صرف چند دن تراویح پڑھ کر دی۔ بعد میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس ہیئت کے ساتھ تراویح کا اہتمام فرمایا جو آج کل رائج ہے اور فرمایا: **نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ** (45) یعنی یہ اچھی بدعت ہے۔

خلاصہ یہ کہ استحبابی امور کے لئے صرف ایک آدھ عمل کرنا یا اس کا اشارہ کافی ہوتا ہے۔

سوال: اگر اس کا کوئی ثبوت ہوتا تو یہ فعل خیر القرون و سلف و صالحین میں کیوں رائج نہ ہوا؟

جواب: یہ اعتراض ایک کھلی جہالت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔

کہ کیا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرات ابو ہریرہ و بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما خیر القرون (یعنی بہترین زمانے، صحابہ و تابعین کے مبارک دور) میں سے نہیں ہیں؟ اگر امام سیوطی، امام نووی، حافظ ابن حجر، صاحب فتاویٰ عالمگیری، صاحب رد المحتار، علامہ عینی، امام عسقلانی کو سلف صالحین (یعنی ابتدائی نیک اور معتبر علماء و فقہاء) سے نکال دیا جائے، تو پیچھے کیا رہ جائے گا؟ حالانکہ ہم ان ہی اکابر علمائے کرام کی تصریحات (یعنی واضح بیانات و دلائل) پیش کر چکے ہیں۔

(حاشیہ رد المحتار، علی الدر المختار: شرح تنویر الأبصار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فی وضع الجرید ونحو الآس علی القبور، 2/ 245، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى

البابی الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية 1386 هـ = 1966 م)

⁴⁵ (شعب الإيمان، کتاب الصلاة، باب: قیام شهر رمضان، 4/ 549، الحديث: 2999،: مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض بالتعاون مع الدار السلفية ببومباي بالهند، الطبعة: الأولى،

1423 هـ - 2003 م)

(السنن الصغير للبيهقي، کتاب الصلاة، باب قیام شهر رمضان، 1/ 294، الحديث: 816، جامعة الدراسات الإسلامية، كراتشي - باكستان، الطبعة: الأولى، 1410 هـ - 1989 م)

(موطأ مالك برواية محمد بن الحسن الشيباني، أبواب الصلاة، باب: قیام شهر رمضان وما فيه من الفضل، 1/ 91، الحديث: 241، المكتبة العلمية، الطبعة: الثانية)

تجربہ تو ان حضرات پر کیا جاسکتا ہے جو سنت سے ثابت ہونے والے فعل کو، خوفِ خدا اور شرمِ نبی ﷺ کا لحاظ کیے بغیر، سینہ تان کر "بدعت" کہہ ڈالتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود ہزاروں بلکہ لاکھوں کروڑوں ایسے امور کے عامل ہیں جو بدعتِ حقیقیہ (یعنی بعدِ زمانہ رسالت میں پیدا ہونے والے نئے طریقے) ہیں، جنہیں وہ کسی صورت میں بھی سنت نہیں کہہ سکتے، لیکن پھر بھی ہمیں "بدعتی" کہتے کہتے نہیں تھکتے۔

تفصیل دیکھنے فقیر کی کتاب "تحقیق البدعة اور العصمة عن البدعة"۔

خاتمہ: "لطائف بدعات ہی بدعات"

خود گھر کو سمجھالیں تو گل پاشی بر قبور انکے اپنے اکابر سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ مولوی اشرف علی تھانوی اپنی کتاب اصلاحِ رسوم میں لکھتا ہے کہ پھول وغیرہ فاسقوں فاجروں کی قبروں پر ڈالنا چاہیے نہ کہ قبورِ اولیاء پر ان کے مزارات میں عذاب ہے ہی نہیں جس کی پھول وغیرہ سے تخفیف کی جائے۔⁽⁴⁶⁾

مولوی اشرف علی کا اعتراف: اس عبارت سے مولوی تھانوی صاحب مان گئے کہ قبور پر پھول وغیرہ ڈالنا جائز ہے صرف ضد ہے تو انبیاء عظام اور اولیاء کرام سے لیکن ناظرین سوچیں کہ یہ لوگ اولیاء و انبیاء دشمنی میں کیسے کیسے عجیب ہتھیار استعمال کرتے ہیں جیسے یہاں تھانوی صاحب نے استعمال فرمایا کہ عوام شرعی قواعد سے بے خبر فوراً متاثر ہونگے کہ واقعی اولیاء و انبیاء (علیہم السلام) کے مزارات پر پھول ڈالنا جائز نہ ہوں۔ کیونکہ قبور پر پھول اور تربتوں اور شاخوں سے تو گناہ کی مغفرت اور عذاب کی تخفیف مطلوب ہے اور انبیاء و اولیاء پہلے سے بخشے ہوتے ہیں۔

فلہذا ان کے مزارات پر پھول ڈالنا حرام یا کم از کم ناجائز ہو۔ فقیر کا جواب سننے سے پہلے اندازہ لگالیں کہ یہ لوگ اس طرح سے میٹھا حلوہ دکھا کر زہر کھلاتے ہیں لیکن یہ شکر ہے کہ ان کا حکیم الامتہ مان گیا کہ شرعاً عوام کی قبروں پر تر شاخیں اور پھول وغیرہ ڈالنا جائز ہے۔

مولوی اشرف علی کے غلط استدلال کا ازالہ: شریعت کا قاعدہ ہے کہ وہ اعمال و افعال، اور وہ جملہ امور جو گناہ گار کی دفعِ مصیبت کیلئے کرتے ہیں۔ وہ صالحین کے لئے بلندی درجات کا فائدہ دیتے ہیں۔ جیسے

۱۔ مسجد کی طرف چلنا ہمارے گناہ معاف کراتا ہے مگر صالحین کے درجات بڑھاتا ہے۔

۲۔ بہت سے اعمال و افعال اور بعض دعائیں مجرموں کے گناہوں کو مٹاتی ہیں اور صالحین کے مراتب بڑھاتی ہیں۔ اس طرح کی سینکڑوں مثالیں اسلام میں موجود ہیں۔ تو اگر تھانوی صاحب کا قاعدہ مان لیا جائے تو پھر چاہیے کہ صالحین نہ مسجد میں آئیں نہ استغفار پڑھیں اور نہ ہی ان کے لئے ایصالِ ثواب کیا جائے اور نہ ہی دیگر وہ امور جو ان کے وصال (وفات) کے بعد ہمارے لئے عمل میں لانے کا حکم ہے، بجانہ لائے جائیں کہ وہ گناہوں سے پاک ہیں اور نہ ہی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درود پاک پڑھا جائے جبکہ اس میں، **اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ** ہے۔

نوٹ: یہی حربہ غیر مقلدین استعمال کرتے ہیں کہ جس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تم کہتے ہو کہ وہ اب بھی ہماری فریاد رس (شفاعت) فرماتے ہیں یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے جبکہ وہ ہماری دعاؤں کے محتاج ہیں۔ (معاذ اللہ)

⁴⁶ (اصلاحِ رسوم از اشرف علی تھانوی، تیسرا باب، دوسری فصل، ص 143، دینی بک ڈپو، دہلی)

تو جس طرح ہم ان غیر مقلدین کو درود شریف کا جواب دیں گے سو وہی جواب تمہارے لئے کہ ان پھولوں کی تسبیح سے ان انبیاء عظام اور اولیائے کرام کی مزارات میں رحمت الہی اور بھی زیادہ ہوگی جیسے وہاں تلاوت قرآن سے۔

لطیفہ: **يَجُوزُ لَنَا وَلَا يَجُوزُ لِعَيْرِنَا** (یعنی ہمارے لئے تو جائز ہے لیکن دوسروں کیلئے ناجائز) عرب کا مشہور مقولہ ان صاحبان نے اپنا لیا ہے۔

چنانچہ آزما کر دیکھیے کہ وہ تمام امور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے وارثین اولیاء کے لیے ہم اہل سنت ادا کرتے ہیں، وہ ان کے نزدیک شرک حرام، مکروہ تحریمی (یعنی سخت ناپسندیدہ عمل) اور بدعتِ سیئہ (یعنی بُری بدعت) ہیں۔ لیکن اپنے لیے اور اپنے مولویوں و لیڈروں (Leaders) کے لیے یہی چیزیں جائز ٹھہراتے ہیں۔ مثلاً: نعرہ رسالت اور نعرہ حیدری، نعرہ غوثیہ ان کے نزدیک حرام اور بدعتِ سیئہ ہیں، لیکن اپنے مولویوں اور لیڈروں کے لیے اتنے لمبے چوڑے اور گلے پھاڑ پھاڑ کر نعرے لگاتے ہیں کہ جنہیں سن کر کان پھٹنے کو آتے ہیں۔

تفصیل کے لیے دیکھیے فقیر کی کتاب "نعرہ تکبیر بدعت ہے یا نعرہ رسالت؟" ایسے ہی پھولوں، نوٹوں اور دیگر مصنوعی ہاروں سے اپنے مولویوں اور لیڈروں (Leaders) کو ایسے سجایا جاتا ہے کہ دور سے وہ دلہن کا وہم ہوتا ہے، لیکن اولیاء کے مزارات پر پھول چڑھانے کے لیے حرمت کا فتویٰ صادر کرتے ہیں۔ حالانکہ سرکارِ کوئین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں پھولوں کی کمی نہیں تھی۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چاہتے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر وعظ اور ہر خطبے میں بہترین سے بہترین پھولوں کے ہار پہناتے، لیکن کبھی ایسا نہ ہوا اور آج ایسا ہونا گویا وعظ و تقریر کے لئے کالج بھرت بن گیا ہے۔ پھر بھی اس پر نہ کبھی حرام اور نہ بدعتِ سیئہ کا فتویٰ دیا گیا، بلکہ یہ گل پاشی (پھول بھرت کرنا) نہ صرف زندہ مولویوں اور لیڈروں (Leaders) کے لیے کی جاتی ہے، بلکہ ان کے مردوں کو بھی پھولوں سے لاد دیا جاتا ہے۔

"ملاحظہ ہو"

روزنامہ جنگ کراچی ۱۳ اپریل ۱۹۸۰ء میں ہے:

"احتشام الحق تھانوی پر "گل پاشی کی گئی" - یہ صرف نمونہ کے طور پر ان کے دو مولویوں کا نام لکھا گیا ہے ورنہ....."

نوٹ: اخبارات گواہ ہیں کہ یہ بدعت تقریباً ان کے ہر چھوٹے بڑے مولوی لیڈر (Leader) کے لئے ہوئی اور ہوتی رہے گی۔

لطیفہ: حضرت امام شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے حوالہ میں پڑھ لیں کہ ان کے زمانہ تک مسلسل اس اجماعی مسئلہ پر عمل ہوتا رہا۔ نجدی محمد بن عبد الوہاب سے انکار شروع ہوا۔ تو اس مسئلہ کے منکر بدعتی ہوئے۔

لطیفہ: جس مسئلہ میں انکو معتزلہ خوارج کی تائید ملی گی اسے اپنائیں گے۔ دلیل کیلئے غلط سہارے تلاش کریں گے معتزلہ کا اصول ہے کہ اہل اموات کو اہل اسلام کسی قسم کا نفع نہیں پہنچا سکتے یہ مسئلہ بھی مجملہ اسی سے ہے۔ اسی لئے ان لوگوں نے معتزلہ کے اصول پر عمل کر کے خطابی و قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا سہارا ڈھونڈا۔ حالانکہ ان کا مقصد کچھ اور تھا جسے ہم نے تفصیل سے عرض کر دیا ہے۔ لیکن انہوں نے ان کا سہارا لیا جو سراسر غلط نکلا۔

لطیفہ: ان کی عادت ہے کہ جس عقیدہ کو شرک یا حرام کہیں گے اسے ضرورت کے وقت عمل میں لائیں گے مثلاً: بزرگوں کے تبرکات کیلئے ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ اہل اموات کو فائدہ پہنچاتے ہیں جس کی تفصیل فقیر نے رسالہ "فَيْضُ الْحَسَنِ فِي الْكِتَابَةِ عَلَى الْكَفَنِ" میں لکھی ہے۔

لیکن یہ لوگ اس عقیدہ کو نہیں مانتے مگر اس مسئلہ میں اس کا سہارا لے کر اعتراض کیا کہ جن قبروں پر حضور علیہ السلام نے کھجور کی شاخیں جمائیں وہ صرف آپ کے دست مبارک کی برکت سے عذاب زائل ہوا، ورنہ یہ قاعدہ عام نہیں۔

حالانکہ یہ اس عقیدہ کے منکر ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبرکات کچھ فائدہ دے سکتے ہیں اسی لئے عبد اللہ بن ابی بن سلول منافق کی حدیث اپنے دعویٰ میں پیش کرتے ہیں۔

نئے مجتہد کا نیا شوشہ: فقیر ہر سالہ مکمل کرچکا تھا تو دیوبند کے چار مجتہدین کے چار مقالے ”ادارۃ اسلامیات، لاہور“ کے شائع کردہ، مسماہ ”بدعت کیا ہے؟“ کسی نے دیے کہ یہ جدید تحقیق عجیب و غریب ہے، اس کے متعلق رائے قائم کی جائے۔ فقیر نے کتاب کی طباعت (چھپائی) جلد بندیا اور اس کے ناشر کے کردار کو دیکھ کر سمجھا کہ یہ بہترین اور محققانہ طور پر لکھی گئی ہوگی، لیکن جب اسے کھولا تو یہ مثال صادق آئی کہ ”کھودا پہاڑ، نکلا چوہا“۔ اس کا ایک نمونہ میرے موضوع بحث سے ہے، اس کے صفحہ ۲۵۲ کا مضمون جوں کا توں حاضر ہے۔

”ایسے ہی ایک حدیث قبروں پر پھول وغیرہ ڈالنے کے سلسلے میں بطور دلیل حجت لائی جاتی ہے کہ حضور ایک مرتبہ کسی قبر سے گذر رہے تھے تو آپ نے کسی درخت کی ایک ٹہنی توڑ کر قبر پر پھیری یا گاڑ دی۔ جب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ اس قبر کی میت پر عذاب ہو رہا تھا۔ یہ ٹہنی مڑے کے لئے دعائے مغفرت کرے گی۔“ مجھے مستحضر (۱) نہیں رہا کہ یہ روایت کس کتاب میں ہے نہ لکھنے والے نے کوئی حوالہ دیا ہے میں اس روایت کو جوں کا توں صحیح مان کر اہل عقل سے پوچھتا ہوں کہ کیا اس سے کسی بھی پہلو قبر اولیاء پر پھول چڑھانے کا جواز نکلتا ہے؟ یہ روایت تو بتاتی ہے کہ حضور نے پھول نہیں ٹہنی چھوئی ہے۔ آپ ٹہنی کے پھولوں کی بات کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب سے نجات دلانے کے لئے یہ عمل کیا تھا۔

آپ ان بزرگوں کی قبر پر بطور عقیدت و نیاز مندی پھول چڑھا رہے ہیں جن کے متعلق آپ عذاب کا وہم بھی گناہ سمجھتے ہیں اور منرض کیجئے آپ اپنے عزیز و اقارب ہی کی قبروں پر ان کے عذاب کو ہلکا کرنے کے لئے پھول چڑھانے لگیں تو اس کا مطلب یہ نکلے گا کہ آپ بھی خود کو رسول اللہ کی طرح مقبول بارگاہ الہ سمجھتے ہیں آپ بھی اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ آپ کے دست مبارک کے ڈالے ہوئے پھول عذاب ہلکا کر دیں گے۔ آپ کے نزدیک گویا میت کے عذاب کو ہلکا کرنے کی تاثیر دست رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اور دعائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں تھی بلکہ خود ٹہنی میں تھی اور آپ ٹہنی نہ ملنے کی وجہ سے پھول چڑھا رہے ہیں کہ پھولوں میں بھی عذاب کم کرنے کی خاصیت ہے۔ **اللَّهُمَّ احْفَظْنَا**

کھلی ہوئی بات ہے کہ مزاروں پر پھول چڑھانا۔ منتیں ماننا، چادریں چڑھانا، کھانا پر فاتحہ پڑھنا سب عجمی تہذیب و تمدن کے انعامات ہیں جنہیں آپ نے اپنے دین کے سانچے میں ڈھال لیا ہے اور خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر آپ کو انعام آخرت دے گا۔ زہے خوش خیالی۔

تبصرہ اویسی: اس مقالہ کے راقم خیر سے عامر عثمانی ہیں یعنی ایڈیٹر "تجلی دیوبند" سابق دیوبندی آنجنہانی مودودی کا نام ہی اس کی قابلیت کی داد دے رہا ہے۔ اس مقالے کا نام ہے "بدعت توحید کی ضد ہے" سبحان اللہ کیا ہی علمی نکتہ ہے۔ توحید کی نفیض شرک تو عام مشہور ہے لیکن نئے مجتہد کا اس طرح کا نیا اجتہاد جدت پیدا کر رہا ہے۔ عامر صاحب کے عرف میں جتنا بدعات (حسد) کا ارتکاب ہو رہا ہے وہ شرک ہے اگرچہ اس میں سارا دیوبند اینڈ (And) مودودی کمپنی (Company) بھی شامل ہے۔ تفصیل فقیر کی کتاب "تحقیق البدعة والعقمة عن البدعة" میں ہے۔

(۲) مخالفین کا محقق عامر عثمانی لکھتا ہے کہ ”مجھے مستحضر (یاد) نہیں رہا کہ یہ روایت کس کتاب میں ہے۔ جس محقق کو متفق علیہ حبسی معروف کتابوں کی روایات کا علم نہ ہو وہ تحقیق حناک کرے گا۔ جب ان کے معتقدین ان کی یہ بے اعتنائی دیکھتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ اہل سنت کی پیش کردہ روایت غیر معتبر ہے۔ اسی لئے ان عنریبوں کے سامنے جب بھی ہم کوئی روایت پیش کرتے ہیں تو فوراً کہہ اٹھتے ہیں: یہ روایت ضعیف ہے۔ آزما کر دیکھ لیں، یہ ان کی لاعلاج بیماری انہیں کہاں سے کہاں تک لے جائے گی؟“ (47)

(۳) دیوبند وہابیہ کے محقق نے وہی مولوی اشرف علی تھانوی والا استدلال پیش کیا ہے۔ عبارت کی ملمع سازی (بناوٹ) کے سوا کوئی تحقیق نہیں فرمائی۔ دوسرا ہی سوال دہرایا ہے۔ جس کے جوابات ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ یہاں پر مجھے صرف یہ دکھانا ہے کہ مخالفین خود تو محروم ہیں لیکن دوسروں کو بھی محرومی کی طرف دھکیل رہے ہیں۔

خلاصہ المرام: بہر حال احادیث مبارکہ اور محدثین و فقہاء کرام کی عبارات سے ثابت ہوا کہ عام مومنین کی قبور پر ہر سبز شاخ اور پھول ڈالنے سے عذاب کی تخفیف ہوتی ہے اور بزرگوں کے مزارات پر پھول وغیرہ ڈالنے جائز ہیں۔ اس مسئلہ میں صرف انکار خوار رج زمانہ کو ہے۔ حضور علیہ السلام کے زمانہ اقدس سے لے کر آج تک تمام اہل اسلام اس کے قائل اور عامل تھے اور ہیں۔ ان کے اختلاف سے مسئلہ کی حقیقت میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور نہ ہی ان کے اختلاف سے اللہ والوں کے مزارات پر پھول ڈالنے میں کمی آئے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اللہ والوں کی عقیدت و محبت و نسبت میں تابدار قائم و دائم رکھے اور انہیں کے ساتھ قیامت تک ہمارا حشر ہو۔ آمین۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی حَبِيبِهِ الرَّؤُوفِ الرَّحِيْمِ الْاَمِيْنِ، وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ.

فقط

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

۴ رجب ۱۴۰۲ھ شب التوار بعد نماز عشاء

"خطابی رحمہ اللہ علیہ کے انکار کے جوابات"

(47) (فتح البین فی تحقیق التوسل والا ستعاذہ از عامر عثمانی، دیوبندی حضرات کا حدیث سے بے اعتنائی، ص 112 تا 113، عثمانیہ اکیڈمی، کراچی)

خطابی رحمۃ اللہ علیہ کی ابن حجر رحمہ اللہ علیہ توضیح فرماتے ہیں:

"وَلَعَلَّ وَجْهَ كَلَامِ الْخُطَّابِيِّ أَنَّ هَذَا الْحَدِيثَ وَاقِعَةٌ حَالٍ خَاصٍّ لَا يُفِيدُ الْعُمُومَ، وَلِهَذَا وَجَّهَ لَهُ التَّوْجِيهَاتِ السَّابِقَةُ

فَتَدَبَّرَ فَإِنَّهُ مَحَلُّ نَظَرٍ." (48)

فائدہ: یہ عبارت عموماً مخالفین پیش کرتے ہیں لیکن یہی عبارت خود بتاتی ہے کہ خطابی کا یہ قول مخدوش (قابل غور و فکر) ہے۔ اس لئے کہ **فَتَدَبَّرَ** وہاں استعمال

ہوتا ہے جہاں وہ امر مخدوش (قابل غور و فکر) ہوا اسکے بعد **فَإِنَّهُ مَحَلُّ النَّظَرِ**، جملہ تو صراحت کرتا ہے کہ خطابی کا یہ قول بالکل ضعیف اور ناقابل قبول ہے۔

(۱) حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح (وضاحت) فرمائی ہے کہ خطابی کے انکار کی کوئی اصل نہیں ہے۔ یعنی ان کا اپنا عندیہ ہے چنانچہ فرمایا کہ **ثُمَّ رَأَيْتُ ابْنَ حَجَرَ صَرَّحَ بِهِ وَقَالَ قَوْلُهُ: " لَا أَصِلُ لَهُ " مَمْنُوعٌ، بَلْ هَذَا الْحَدِيثُ أَصْلٌ أَصِيلٌ لَهُ، وَمِنْ نَمَّ أَفْتَى بَعْضُ الْأَثَمَةِ مِنْ**

مُتَأَخَّرِي أَصْحَابِنَا بِأَنَّ مَا اعْتِيدَ مِنْ وَضْعِ الرَّيْحَانِ وَالْجَرِيدِ سُنَّةٌ لِهَذَا الْحَدِيثِ (49) (مرقات ص ۲۹۶ ج ۱ مطبوعہ مصر)

یعنی میں نے ابن حجر کی تصریح دیکھی انہوں نے فرمایا کہ خطابی کے قول کی کوئی وقعت نہیں ہے اس لئے کہ یہ حدیث اس مسئلہ میں اصولی لحاظ سے اصل ہے اس لئے کہ ہمارے متاخرین ائمہ نے قبور پر گل و ریحان ڈالنا عادت بنا رکھا ہے۔ اور یہ سنت ہے۔

فائدہ: جہاں اس عبارت سے خطابی کا رد معلوم ہوا یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت علامہ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ زمانہ سے قبور پر تر شاخیں ڈالنا سنت سمجھا جاتا ہے لیکن افسوس کہ نجدی فتنہ نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

(حضرت) **خطابی کا اقرار:** خطابی رحمۃ اللہ علیہ یہ تو خود بھی مانتے ہیں کہ قبور پر تر شاخیں ڈالنا اہل اسلام کا شیوہ ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

وَالْعَامَّةُ فِي كَثِيرٍ مِنَ الْبُلْدَانِ تُفْرِشُ الْخُوصَّ فِي قُبُورِ مُوْتَاهَا. (50) (مجمع البحار ص ۴۹۸ ج ۳)

(حضرت) **خطابی کا سن وفات:** حضرت خطابی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۳۰۸ھ میں ہوا اس سے معلوم ہوا کہ ایک خیر القرآن سے جاری تھا اور امام شامی رحمۃ اللہ علیہ تک جاری رہا۔ اور ان شاء اللہ تاقیامت جاری رہے گا۔ صرف نجدی فتنہ کی لپیٹ میں آئیوالے اس سنت سے محروم ہیں۔ بلکہ اسے بدعت کہہ کر اپنا انجام برباد کر رہے ہیں۔

(حضرت) **خطابی کے انکار کی وجہ:** خطابی رحمۃ اللہ علیہ کا انکار اصل مسئلہ سے نہیں صرف کھجور کی تر شاخ سے ہے یعنی اسے صرف شاخ کھجور تر سے مقتید نہ کیا جائے بلکہ ہر ترشے ڈالنے کو عام کیا جائے۔

چنانچہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

(48) (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الطہارۃ، باب آداب الخلاء، 1/ 376، دار الفکر، بیروت - لبنان، الطبعة: الأولى، 1422ھ - 2002م)

(49) (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الطہارۃ، باب آداب الخلاء، 1/ 376، دار الفکر، بیروت - لبنان، الطبعة: الأولى، 1422ھ - 2002م)

(50) ترجمہ: "اور عام لوگ بہت سے شہروں (یا ملکوں) میں اپنے غروں کی قبروں میں خصوصیات (یعنی خاص نشانیوں یا اثرات) کی پہچان کرتے ہیں۔" (س رضا)

(معالم السنن (شرح سنن أبي داود)، کتاب الطہارۃ، ومن باب الاستبراء من البول، 1/ 20، طبعہ وصححه: محمد راغب الطباخ، في المطبعة العلمية بحلب، الطبعة: الأولى 1351ھ - 1932م)

"وَمِنْهَا: أَنَّهُ قِيلَ: هَلْ لِلْجَرِيدِ مَعْنَى يُخَصُّهُ فِي الْعَرْزِ عَلَى الْقَبْرِ لِتَخْفِيفِ الْعَذَابِ؟

الْجَوَابُ: أَنَّهُ لَا مَعْنَى يُخَصُّهُ، بَلِ الْمَقْصُودُ أَنْ يَكُونَ مَا فِيهِ رُطُوبَةٌ مِنْ أَيِّ شَجَرٍ كَانَ، وَلِذَلِكَ أَنْكَرَ الْخُطَّابِيُّ وَمَنْ تَبِعَهُ

وَضَعَ الْجَرِيدَ الْيَابِسَ".⁽⁵¹⁾

یعنی ان مسائل میں ایک یہ ہے کہ صرف ٹہنی کھجور کا رکھنا خاص ہے۔ وہ تخفیفِ عذاب کرتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عام ہے کہ کوئی تر شاخ ہو جس درخت کی بھی ہو۔ اس لئے خطابی اور اس کے متبع خشک ٹہنی رکھنے کا انکار کرتے ہیں۔

خطابی رحمۃ اللہ علیہ سے تائید کی تصریحات: (۱) خطابی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے: چنانچہ علامہ عینی نے لکھا ہے:

قَالَ الْخُطَّابِيُّ: فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى اسْتِحْبَابِ تِلَاوَةِ الْكِتَابِ الْعَزِيزِ عَلَى الْقُبُورِ، لِأَنَّهُ إِذَا كَانَ يُرْجَى عَنِ الْمَيِّتِ التَّخْفِيفُ

بِتَسْبِيحِ الشَّجَرِ، فَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ أَعْظَمَ رَجَاءً وَبَرَكَهَةً..⁽⁵²⁾ (شرح البخاری ص ۷۵ ج ۲)

یعنی خطابی نے اس بارے میں فرمایا کہ اس سے ثابت ہوا کہ قبر کے نزدیک عذاب کی امید جب تر شاخ رکھنے میں ہے تو تلاوتِ کلامِ الہی میں اور زیادہ امید ہونی چاہیے۔

(۲) شرح الصدور میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

"قَالَ الْخُطَّابِيُّ: هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مَحْمُولٌ عَلَى أَنَّ الْأَشْيَاءَ مَا دَامَتْ عَلَى خِلْقَتِهَا أَوْ خُضْرَتِهَا وَطَرَاوَتِهَا، فَإِنَّهَا تَسْبُحُ حَتَّى تَجِفَّ

رُطُوبَتُهَا أَوْ تَحُولَ خُضْرَتُهَا أَوْ تُقَطَّعَ عَنْ أَصْلِهَا".⁽⁵³⁾

یعنی خطابی نے فرمایا کہ اہل علم کے نزدیک ٹہنیوں کی تری اور سبزی (ہر ابھرا ہوا) ضروری ہے کیونکہ وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہیں۔ خشک ہونے تک یا انہیں جڑ سے کاٹے تک۔

نتیجہ: جس خطابی (یعنی امام ابو سلیمان الخطابی، محدث و فقیہ) کا سہارا ڈھونڈا گیا، اُن کا اپنا قول بھی ہماری تائید میں (یعنی ہمارے موقف کی حمایت میں) مل گیا۔ پس جس قول سے مخالفین استدلال کرتے ہیں، وہ مضطرب (یعنی غیر متعین، متناقض یا غیر واضح) ہے، اور اقوالِ مضطربہ (یعنی وہ اقوال جن میں اضطراب یا تردد ہو) قابلِ حجت نہیں ہوتے (یعنی شرعاً ان پر دلیل قائم نہیں کی جاسکتی)۔

شافعی المذہب: امام خطابی شافع المذہب ہیں اور یہ مسئلہ فقہی ہے تو اکثر مخالفین حنفیت کا دم بھرتے ہیں۔ اصولی طور پر ان کو ان کے قول سے استدلال علمی خیانت یا فقہی جہالت ہے۔ اور وہ ہیں بھی اکیلے اگر ثابت ہو جائے کہ واقعی وہ مسئلہ ہذا کے خلاف ہیں ورنہ اکثر شوافع اس کے قائل نہیں جیسا کہ تصریحات مذکور ہوئیں اور ہوں گی۔

⁽⁵¹⁾ (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب ما جاء في غسل البول، 3 / 121، دار إحياء التراث العربي)

⁽⁵²⁾ (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب ما جاء في غسل البول، 3 / 118، دار إحياء التراث العربي)

⁽⁵³⁾ (شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، باب في قراءة القرآن للميت أو على القبر، ص 305، الحديث 10، دار المعرفة - لبنان، الطبعة: الأولى، 1417 هـ - 1996 م)

وہی بے ڈھنگی رفتار: مخالفین کی مثال شتر بے مہار (یعنی ایسی اونٹنی جس پر کوئی قابو نہ ہو) کی ہے، کہ جب کسی مسئلہ کے خلاف عجمی تقلید (یعنی وہابیہ اندھی

تقلید) میں آواز اٹھائیں گے، تو فوراً کہیں گے: "دکھاؤ! کہاں لکھا ہوا ہے قرآن و حدیث میں؟" اور جب قرآن و حدیث دکھادی جائے، تو کہیں گے: "کسی فقیہ یا محدث کا استدلال اور حوالہ دکھاؤ!" پھر جب سب کچھ دکھا دیا جائے تو انہیں پختہ کرنے کے لیے وہ کسی منکر (یعنی انکار کرنے والے عالم یا مخالف رائے رکھنے والے) کا سہارا ڈھونڈیں گے، جیسا کہ یہاں ہوا، ہم نے حدیث جریدہ (یعنی تروتازہ شاخ قبر پر رکھنے والی حدیث) دکھائی، محدثین کرام کی تصریحات پڑھائیں، اور فقہاء احناف کے حوالہ جات پیش کیے، تو اب لگے ہاتھ پاؤں مارنے اور کہنے لگے کہ "خطابی وغیرہ نے انکار کیا ہے!" ہم نے اس کی محققانہ طور پر نقلی کھول دی (یعنی علمی تحقیق کے ساتھ حقیقت واضح کر دی) اس کے باوجود بھی کہیں گے: "ہم نہیں مانتے!" آزما کر دیکھ لیجئے۔

ڈوبتے کوتنگے کا سہارا: مخالفین جب امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ کے سوال سے ہارتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ فعل صرف اور صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت سے ہے کہ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تر شاخیں جمائیں اس لئے آپ کے دست اقدس کی برکت، ان پر سے عذاب کی تخفیف ہوئی۔

جوابات اویسی: (۱) حضور بنی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا انسانی کے لئے تشریف لائے ہیں۔ اس لئے ہم امتیوں کو آپ کے ہر فعل و قول و عمل کی اتباع کرنا لازمی اور ضروری ہے لیکن چونکہ آپ ہماری مثل نہیں اس لئے بعض امور آپ کی خصوصیات سے ہیں۔ اور وہ خصوصیات علماء کرام نے علیحدہ تصانیف میں تحریر فرمائی ہیں۔ چنانچہ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی **خصائص کبریٰ** اس موضوع پر بہت مشہور ہے۔ اس میں اس خصوصیت کا کہیں ذکر نہیں۔

(۲) علماء کرام نے خصوصیت کے لئے ایک قاعدہ شرعیہ لکھا ہے وہ یہ کہ

وَمَا لَمْ يُعْلَمْ مِنْ أَىِّ جِهَةٍ فَعَلَهُ، فَقُلْنَا: فَعَلَهُ عَلَىٰ أَدْنَىٰ مَنَازِلِ أَعْمَالِهِ، وَهُوَ الْاِتِّبَاعُ، لِأَنَّ الْاِتِّبَاعَ أَصْلُ فَوْجَبِ التَّمَسُّكِ بِهِ

حَتَّىٰ يَقُومَ دَلِيلُ الْخُصُوصِيَّةِ بِهِ. (۵۴) (حسامی و نور الانوار وغیرہ وغیرہ)

یعنی اس عبارت سے یہ صاف ظاہر ہے کہ جب یہ نہ معلوم ہو سکے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فعل کس جہت (سمت یا پہلو) پر کیا، تو سمجھ لینا چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل کم از کم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال شریفہ (بارک اعمال) کے ادنیٰ منازل (سب سے نیچے درجے) پر ہوگا، اور کم سے کم مرتبہ اُن سرور والا جاہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افعال شریفہ کا اباحت (جواز یا جائز ہونا) ہے۔ تو جب تک دلیل خصوصیت (خاص ہونے کی واضح دلیل) قائم نہ ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال شریفہ کے ساتھ تمسک (پکڑنا، وابستگی رکھنا) واجب ہوگا، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع (پیروی کرنا) لازم ہے۔ ہم تو حضور ہی کو مقتدا (پیشوا یا راہنما) جانتے ہیں، اور حضور ہی کے افعال شریفہ کی اتباع کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی التجا کرتے ہیں کہ ہمیں تادم الخیر (زندگی کے آخری لمحے تک) ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع نصیب فرمائے، اور انہیں کے متبعین (پیروکاروں) میں ہمارا خشر کرے۔ آمین۔

قبور تر شاخ اور پھول ڈالنے کی تاریخی حیثیت اور حوالہ جات

⁵⁴ (منتخب فی اصول المذہب المشہور بالمنتخب الحسامی، ص 248، دار المدار الاسلامی، 2004 م)

صحابہ کرام کی وصیت خطابی رضی اللہ عنہ کا زمانہ

نمبر شمار	رواۃ و کتب	صفحہ نمبر
۱	روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مشکوٰۃ	۴۲
۲	ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، کنز العمال	۱۲۱
۳	ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، کنز العمال	۱۲۱
۴	ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، کنز العمال	۱۲۱
۵	سیدنا ابو بزرہ و بریدہ رضی اللہ عنہما، کنز العمال	۱۲۱
۶	وفات خطابی ۳۰۸ھ، مجمع البحار	

اس کے بعد جملہ محدثین و شارحین فقہاء کرام اپنی تصانیف میں حدیث مذکور سے استدلال کرتے چلے آئے یہاں تک کہ علامہ شامی کے زمانہ تک اس پر عمل اور استحباب کے لئے القابات سے نوازا جاتا رہا اور قبور پر پھولوں وغیرہ ڈالنے کی کیفیت صحیح رہی۔ محمد بن عبد الوہاب نجدی نے جب سے مزارات سے دشمنی کا فتنہ برپا کیا تو ہمارے ملک کے نجدی اور وہابی ایسے ہی نجدی کے تمام ہمنواؤں نے اسے سنت اور استحباب کے کھاتہ سے نکال کر بدعت سیئہ میں ڈال دیا۔

اب اہل انصاف سوچیں کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں آئیے میں بتاؤں۔

انگریز نے پٹی پڑھائی: تاریخ کے اوراق اُلٹے، ذرا صدیوں پیچھے مڑ کر دیکھئے، ہمارے اسلاف نے انگریزوں کو چنے چوئے، ترکوں تک اہل سنت کے معمولات (روزمرہ مذہبی طریقے) و معتقدات (عقائد) عوام سے حکام تک اپنی معمولات و معتقدات پر چلے آ رہے ہیں۔ اگر ان کے خلاف آواز اُٹھتی تو دب جاتی۔ مثلاً خوارج و معتزلہ (وہ قدیم فرقہ جو اہل سنت کے مخالف تھے) وغیرہ وغیرہ۔ جب سے انگریز نے محمد بن عبد الوہاب نجدی کی وہابی تحریک کی بنیاد رکھی، تو اس وقت سے اہل سنت کے معتقدات و معمولات شرک و بدعت کی لپیٹ میں آ گئے۔ خوارج و معتزلہ کے عقائد و مسائل زندہ کئے گئے، صرف اصطلاحات (فنی مذہبی الفاظ) و اسماء (نام) اور طریقے بدلے گئے۔ تفصیلات فقیر نے کتاب "ابلیس تا دیوبند" میں لکھ دی ہیں۔

یہاں قبور پر پھول ڈالنے کے اختلاف معتزلہ کے اصول کی جھلک ہے۔

"وہ کہتے ہیں کہ انسان مرنے کے بعد بمنزلہ مٹی کے ہے نہ فائدہ دے سکتا ہے نہ لے سکتا ہے۔ اس لئے وہ قبر کے عذاب و ثواب کے قائل نہیں۔"

ان کے اسی اصول کو زندہ کرنے پر وہابیت کی بنیاد ہے۔

غور فرمائیں گے تو ہمارا اور وہابیوں دیوبندیوں کے اکثر مسائل و عقائد کا اختلاف اسی اصول پر ہے ہم معتزلہ و خوارج کے اصول مٹانا چاہتے ہیں اور وہ انہیں زندہ کرنا چاہتے ہیں۔

اہل سنت قدماء کی کتب احادیث و شروح و فقہ جن میں تر شاخ اور قبور پر پھول ڈالنے کا جواز و استحباب کا ثبوت ملتا ہے

نمبر شمار	اسماء کتب	صفحہ نمبر
-----------	-----------	-----------

۱	بخاری شریف	
۲	مسلم شریف	
۳	مشکوٰۃ شریف	۴۲
۴	کنز العمال	۱۲۱
۵	عمدة القاری از علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ	۸۷۷، ۸۸۴، ۸۷۹ ج ۱
۶	فتح الباری از علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۶ ج ۱
۷	ارشاد الساری شرح بخاری از علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ	۲۳۵ ج ۱
۸	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ	۲۸۶، ۲۴۷ ج ۱
۹	نووی شرح مسلم	۱۴۱ ج ۱
۱۰	رد المحتار فتاویٰ شامی	۶۶ ج ۱
۱۱	مجمع البحار	۴۹۸ ج ۳
۱۲	زہر الربی شرح نسائی علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴، ۱۵
۱۳	شرح الصدور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ	۲۱۱
۱۴	عالمگیری (فتاویٰ ہندیہ)	۳۶۴
۱۵	فتاویٰ برہنہ (فارسی)	۳۶۴
۱۶	فتاویٰ عزیزی شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ	

ان کے علاوہ بے شمار کتب احادیث و فقہ و فتاویٰ اور تاریخ اسلام میں حوالہ جات موجود ہیں اور وہابیوں، غیر مقلدوں سے پوچھئے کہ تمہارے انکار کے حوالے کون سے قدمائے اہل سنت کی تصانیف میں ہیں سوائے اس کے کہ وہ اپنا اجتہاد پیش کریں یا معتزلہ و خوارج اور اہل ظواہر سے دلائل اُدھار کھاتہ سے لیں۔

سوال: ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری نے اپنی صحیح میں جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث طویل بیان کی جس کا جملہ آخر یہ ہے:

" قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي مَرَرْتُ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ، فَأَحْبَبْتُ بِشَفَاعَتِي أَنْ يُرَفَّهَ عَنْهُمَا مَا دَامَ الْغُصْنَانِ

رَطْبَيْنِ»۔" (55)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں دو قبروں پر گزرا جن کے صاحب پر عذاب ہو رہا تھا۔ چنانچہ میں نے ان کے لئے شفاعت کی چنانچہ میری درخواست جناب باری تعالیٰ میں قبول ہوئی اور دونوں سے عذاب (شاخوں کے خشک ہونے تک) موقوف کیا گیا۔ **انْتَهَى بِلَفْظِهِ۔**

⁵⁵ (صحیح مسلم، کتاب الزہد والرفائق، باب حدیث جابر الطویل وقصة أبي اليسر، 4/ 2307، الحديث 3014، دار إحياء الكتب العربية)

جواب: اس حدیث کو پیش کرنے سے معترض کا یہ منشا ہے کہ وہاں ترشائیں جمائی تھیں تو شفاعت بھی فرمائی تھی پھر تخفیفِ عذاب ہوئی تو شفاعت سے نہ کہ ترشائوں سے۔

یہ معترض کا اپنا خیال ہے کیونکہ جس واقعہ سے استدلال کیا ہے اس میں صرف ترشائوں کا جمانا ہے اس کے ساتھ شفاعت کا جدا گانہ ذکر نہیں۔ رہی حدیث جابر رضی اللہ عنہ تو یہ واقعہ ہی دوسرا ہے اور نہ ہی ہم نے اس سے استدلال کیا ہے جن احادیث سے ہم نے استدلال کیا ہے وہ واقعات اور ہیں اور یہ واقعہ اور، دونوں کو ایک سمجھنا یہ دیوبندیوں و باہوں کی کم علمی کی دلیل ہے۔ ذیل میں ہم محققین شارحین کی تصریحات عرض کرتے ہیں تاکہ مخالفین کی کم علمی ثابت ہو۔

فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد اول مطبوعہ مطبع میریہ مصر ص ۲۷۶ جس میں شیخ الاسلام حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد علی بن محمد بن محمد بن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ قرطبی سے نقل فرماتے ہیں:

"وَقِيلَ إِنَّهُ شَفَعَ لَهَا هَذِهِ الْمُدَّةَ كَمَا صُرِّحَ بِهِ فِي حَدِيثِ جَابِرٍ؛ لِأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّ الْقِصَّةَ وَاحِدَةً. وَكَذَا رَجَّحَ النَّوَوِيُّ كَوْنَ الْقِصَّةِ وَاحِدَةً، وَفِيهِ نَظَرٌ لِمَا أَوْضَحْنَا مِنَ الْمَغَايِرَةِ بَيْنَهُمَا." (56)

یعنی کہا گیا ہے کہ سردار عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنی مدت کے لئے ان دونوں قبر والوں کی شفاعت فرمائی تھی اور وہ قبول ہوئی جیسا کہ حدیث جابر میں مُصَرَّح (واضح) ہے اس لئے کہ ظاہر یہ ہے کہ قصہ واحد ہے اور نووی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ لیکن اس میں نظر ہے یعنی یہ بات قابل تسلیم نہیں کیونکہ ہم ان دونوں قصوں میں مغایرت (جدا گانہ) ثابت کر چکے ہیں۔

عمدة القاری شرح صحیح بخاری مطبوعہ مطبع عامرہ دار السلطنة عثمانیہ جلد اول ص ۸۷۷، ملاحظہ ہو کہ اس میں علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن نصر عیسیٰ حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"وَمِنْهَا: أَنَّ فِي مُتْنِ هَذَا الْحَدِيثِ: «ثُمَّ دَعَا بِجَرِيدَةٍ فَكَسَرَهَا كَسْرَتَيْنِ» يَعْنِي: أَيْ بِهَا فَكَسَرَهَا. وَفِي حَدِيثِ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ، أَنَّهُ الَّذِي قَطَعَ الْغُصْنَيْنِ. فَهَلْ هَذِهِ قِصَّةٌ وَاحِدَةٌ أَمْ قِصَّتَانِ؟ الْجَوَابُ: أَنَّهُمَا قِصَّتَانِ، وَالْمُخَالَفَةُ بَيْنَهُمَا مِنْ أَوْجُهٍ: هَذِهِ كَانَتْ فِي الْمَدِينَةِ، وَكَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَاعَةٌ، وَقِصَّةُ جَابِرٍ كَانَتْ فِي السَّفَرِ، وَخَرَجَ لِحَاجَتِهِ فَتَبِعَهُ جَابِرٌ وَحْدَهُ. فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ غَرَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَرِيدَةَ بَعْدَ شَقِّهَا نِصْفَيْنِ، كَمَا فِي رِوَايَةِ الْأَعْمَشِ الْآتِيَةِ فِي الْبَابِ الَّذِي بَعْدَهُ، وَفِي حَدِيثِ جَابِرٍ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَابِرًا فَقَطَعَ غُصْنَيْنِ مِنْ شَجَرَتَيْنِ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَرَبَّ بِمَا عِنْدَ قِضَاءِ حَاجَتِهِ، ثُمَّ أَمَرَ جَابِرًا فَأَلْقَى غُصْنَيْنِ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ حَيْثُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا. فِي قِصَّةِ جَابِرٍ لَمْ يُذْكَرْ مَا كَانَ السَّبَبُ فِي عَذَابِهَا. وَلَمْ يُذْكَرْ فِيهِ كَلِمَةُ «التَّرْحِيبِ»، فَيَدُلُّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّهُمَا قِصَّتَانِ مُخْتَلِفَتَانِ.

⁵⁶ (فتح الباری بشرح البخاری، کتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله، قوله: ما لم تيسر، 320/1، المكتبة السلفية - مصر، الطبعة: «السلفية الأولى»، 1380 - 1390 هـ)

وَبَلَغَ ذَلِكَ أَنَّ ابْنَ حَبَّانٍ فِي صَحِيحِهِ رَوَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرِ فَوْقَ عَلَيْهِ فَقَالَ: «أَتُنُونِي بِجَرِيدَتَيْنِ فَجَعَلَ أَحَدَهُمَا عِنْدَ رَأْسِهِ وَالْأُخْرَى عِنْدَ رِجْلَيْهِ». فَظَاهَرُهُ يُشِيرُ إِلَى أَنَّ هَذِهِ قَضِيَّةٌ ثَالِثَةٌ، فَسَقَطَ بِهَذَا الْكَلَامِ مَنْ ادَّعَى أَنَّ الْقَضِيَّةَ وَاحِدَةٌ، كَمَا مَالَ إِلَيْهِ النَّوَوِيُّ وَالْقُرْطُبِيُّ. ⁽⁵⁷⁾

علامہ احمد بن محمد خطیب قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری مطبوعہ مطبع نوکشتورکانیور کی جلد اول ص ۲۳۵ میں لکھتے ہیں:

"وَفِيهِ نَظَرٌ لِمَا فِي حَدِيثِ أَبِي بَكْرَةَ عِنْدَ الْإِمَامِ أَحْمَدَ وَالطَّبْرَانِيِّ أَنَّهُ الَّذِي أَتَى بِالْجَرِيدَةِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَأَنَّهُ الَّذِي قَطَعَ الْغُصْنَيْنِ، فَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى الْمُخَالَفَةِ. وَيُؤَيِّدُ ذَلِكَ أَنَّ قِصَّةَ الْبَابِ كَانَتْ بِالْمَدِينَةِ وَكَانَ مَعَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِجَمَاعَةٍ، وَقِصَّةُ جَابِرٍ كَانَتْ فِي السَّفَرِ وَخَرَجَ لِحَاجَتِهِ فَتَبِعَهُ جَابِرٌ وَحْدَهُ، فَظَهَرَ التَّغَايُرُ بَيْنَ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَحَدِيثِ جَابِرٍ. بَلْ فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ - الْمُرْوِيِّ فِي صَحِيحِ ابْنِ حَبَّانٍ - مَا يَدُلُّ عَلَى الثَّلَاثَةِ. ⁽⁵⁸⁾

ان عبارتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نووی و قرطبی کے واقعہ کو ایک بتانا مسلم نہیں دونوں واقعوں میں تغیر ہے بلکہ حدیث ابو ہریرہ جو صحیح ابن حبان میں مروی ہے تیسرے واقعہ پر دلالت کرتی ہے۔ اب معلوم ہو گیا کہ مخالف نے جو شفاعت والی حدیث پیش کی ہے وہ واقعہ ہی دوسرا ہے جس کو اس واقعہ سے بالکل مغایرت (مختلف) ہے جس سے ہم نے استدلال کیا ہے۔ لیکن مخالفین نے دو واقعات ایک طرز کے دیکھ کر دو علیحدہ روایات کو ایک سمجھ کر

⁵⁷ (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله، 3/ 120، دار إحياء التراث العربي، ودار الفكر - بيروت)

اور اس میں سے یہ ہے کہ اس حدیث کے متن میں ہے: ”پھر اس نے ایک کھجور کی شاخ منگوائی، پھر اس کو دو ٹکڑوں میں توڑ دیا،“ یعنی وہ شاخ لائی گئی تو اس نے اسے توڑ دیا۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جسے مسلم نے روایت کیا یہ ہے کہ وہی تھے جنہوں نے دو شاخیں کاٹیں۔

پس کیا یہ ایک ہی واقعہ ہے یا دو واقعات؟

جواب یہ ہے کہ یہ دونوں دو واقعات ہیں، اور دونوں کے درمیان کئی وجوہ سے فرق ہے۔

پہلا یہ کہ یہ (پہلا واقعہ) مدینہ میں تھا اور نبی ﷺ کے ساتھ ایک جماعت تھی، اور جابر کا واقعہ سفر میں تھا اور وہ آپ کے پیچھے اکیلے گئے تھے۔

اور دوسرا یہ کہ اس واقعے میں یہ ہے کہ نبی ﷺ نے شاخ کو دو حصوں میں چیرنے کے بعد زمین میں لگا دیا، جیسا کہ اعش کی روایت میں ہے جو اگلے باب میں آئے گی، اور جابر کی حدیث میں یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جابر کو حکم دیا تو جابر نے دو درختوں سے دو شاخیں کاٹیں جن کے پیچھے نبی ﷺ قضائے حاجت کے وقت چھپے تھے، پھر نبی ﷺ نے جابر کو حکم دیا کہ دونوں شاخیں اس جگہ کے دائیں اور بائیں طرف ڈال دے جہاں نبی ﷺ بیٹھے تھے۔

اور جابر نے آپ سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں دو قبروں کے پاس سے گزرا جو عذاب دیے جا رہے تھے، تو میں نے پسند کیا کہ میری شفاعت سے ان سے (عذاب) دور کر دیا جائے جب تک یہ دونوں شاخیں تر رہیں۔ اور تیسرا یہ کہ جابر کے واقعے میں یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ ان دونوں کا عذاب کس وجہ سے تھا۔

اور چوتھا یہ کہ اس میں ”الترخبي“ کا لفظ نہیں آیا۔ پس ان تمام چیزوں نے اس پر دلالت کی کہ یہ دونوں الگ الگ واقعات ہیں۔

بلکہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ: ”نبی ﷺ ایک قبر کے پاس سے گزرے تو اس پر ٹھہرے اور فرمایا: مجھے دو شاخیں لاؤ، پھر آپ نے ایک اس کے سرہانے اور دوسری اس کے پاؤں کی طرف رکھ دی۔“

تو یہ ظاہر کے اعتبار سے تیسرا واقعہ ہے۔ پس اس شخص کی بات ساقط ہو گئی جس نے دعویٰ کیا کہ یہ ایک ہی واقعہ ہے، حالانکہ نووی اور قرطبی اسی کی طرف مائل ہوئے۔ (س رضا)

⁵⁸ (إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله، 1/ 442، دار الكتب العلمية، بيروت - لبنان، الطبعة: الأولى، 1416 هـ - 1996 م)

اور اس میں نظر ہے، کیونکہ حضرت ابو بکرہ کی حدیث میں جو امام احمد اور طبرانی کے ہاں ہے۔ یہ ہے کہ وہی تھے جنہوں نے کھجور کی شاخ نبی ﷺ کے پاس لائی، اور وہی تھے جنہوں نے دو شاخیں کاٹیں، تو یہ چیز اختلاف پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ باب والا واقعہ مدینہ میں تھا اور آپ ﷺ کے ساتھ ایک جماعت تھی، اور جابر کا واقعہ سفر میں تھا اور وہ اپنی ضرورت کے لیے نکلے تھے تو جابر اکیلے آپ کے پیچھے گئے، پس ابن عباس اور جابر کی حدیث میں فرق ظاہر ہو گیا۔ بلکہ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں جو صحیح ابن حبان میں مروی ہے۔ وہ چیز ہے جو تیسرے (علیحدہ) واقعہ پر دلالت کرتی ہے۔ (س رضا)

دھوکہ دیدیا لیکن انہیں یقین ہو گیا ہو گا کہ کبھی چور پکڑے بھی جاتے ہیں جیسے تمہارے ساتھ ہوا۔ کہ تم نے علمی چوری کی تو بریلی کے محققین نے تمہاری چوری پکڑی۔ اس کی سزا اگر تمہیں آج نہ بھی ملی تو دیکھنا کل تمہارا کیا حشر ہوتا ہے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

راس الطائف: اس لطیفہ کا نام لطیفوں کا سرعہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اسی لطیفہ نے دیوبندیوں، وہابیوں کو صاحبِ لطیفہ بناتا ہے۔

اگر یہ لطیفہ نہ ہوتا تو ممکن ہے وہ بھی نہ ہوتے۔ اور اس لئے بھی کہ اس کا مضمون دوسرے لطائف سے بہت زیادہ دلچسپ ہے۔ اور اس لئے کہ ان میں دیوبندی وہابیوں کے سردار کی بہت بڑی چوریاں پکڑی گئی ہیں۔

لطیفہ: حضرت صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ کے زمانہ میں ان کے ایک ہم عصر نے قبور پر پھول ڈالنے کے رد میں جو کچھ لکھا آج تک لکیر کے فقیر بن کر مخالفین اسی کی تقریر و تحریر دہرا رہے ہیں اور بس اس بہادر نے رد میں سترہ کتب کے حوالہ جات گئے۔ فقیر بطور نمونہ وہ اس کی عبارتیں "فراند النور" (59) سے نقل کر کے دکھانا چاہتا ہے تاکہ اہل اسلام کو یقین ہو کہ یہ آج کے وہابی دیوبندی وہی کہ رہے ہیں جو کل ان کے بڑے کہ گئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عبارت خود گھڑنے والے اور مضامین چور صرف یہی نہیں بلکہ ان کے بڑوں کی بھی یہی عادت ہے۔

حکیم صاحب: ملا علی قاری نے امام نووی سے نقل کیا ہے:

"وَأَمَّا وَضْعُهَا عَلَى الْقَبْرِ فَقِيلَ: أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ الشَّفَاعَةَ لَهُمَا، فَأُجِيبَتْ شَفَاعَتُهُ بِالتَّخْفِيفِ عَنْهُمَا إِلَى يَسِيرِهِمَا." (60)

یہ حکیم صاحب (61) مراد آباد میں مخالفین کے چوٹی کے علامہ سمجھے جاتے تھے۔

جواب: صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ نے تحریر فرمایا کہ حکیم صاحب نے کتاب کا صفحہ تو کیا نام تک بھی نہ لکھا ہے۔

ذرا تو اور بھی کر لے جفا کہ اودلبر ہنوز میری وفا سے تیری جفا کم ہے

اس حالت میں یہ کسی طرح معلوم نہیں ہو سکتا کہ علامہ علی قاری رحمہ الباری نے امام نووی سے کس کتاب میں سے یہ عبارت نقل کی۔ کتاب کا نام نہ لکھنا اور اس کا صفحہ بھول جانا، بتاتا ہے کہ جواب لکھتے وقت حکیم صاحب بہت گھبرا گئے تھے۔ اب میں عرض کرتا ہوں کہ وہ عبارت **مرقاۃ المفاتیح** میں ہے۔ حکیم صاحب نے دانائی (فرست، سمجھ بوجھ) سے کام کیا۔ کیونکہ اگر کتاب کا نام لکھتے تو ضرور **بکف چراغ دارد** (محاورہ) کا مصداق (بنتے)۔

حکیم صاحب نے دیانت کی گردن ماری ہے (دیانتداری کو بالائے طاق رکھا) یعنی مطلب کی ایک سطر تو لکھ دی، باقی عبارت مدعا کے خلاف پائی تو صاف اڑا گئے۔ کیا انصاف و دیانت کا یہ مقتضا نہیں کہ عبارت مثبت مدعا کے خصم (مخالف کے دعوے کا ثبوت) ہو تو تسلیم کر لیں؟ کیا یہ نالصافی نہیں کہ قبل والی عبارت مفید مطلب سمجھ کر لکھ جائیں اور اسی عبارت میں مذہب منصور مذکور ہو تو اس کے پاس تک نہ جائیں؟ یہ تصرف بے جا (غیر مناسب چال) اس پر دلالت نہیں کرتا کہ حکیم صاحب کے پاس مفید مدعا عبارتیں ان کے ہاتھ نہ آئیں، ورنہ وہ یوں ایسی جرات کرتے۔

⁵⁹ (فراند النور فی جراند القبور از مولانا نعیم الدین مراد آبادی)

⁶⁰ (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: خير دور الأنصار، 22 / 128، دار إحياء التراث العربي، ودار الفكر - بيروت)

⁶¹ (حکیم ہدایت علی۔)

اب میں وہ عبارت پیش کرتا ہوں جس کے خوف سے حکیم صاحب نے کتاب کا نام تک نہ لکھا، کہ کہیں عبارت خصم کی نظر نہ پڑ جائے۔ اور اپنے مدعائے باطل پر قیامت آئے۔ علامہ فاضل فہامہ کامل علی بن سلطان محمد القاری رحمہ الباری **مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح** مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۲۸۶ میں: حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی شرح میں حکیم صاحب والی عبارت اور اس کے بعد دعا کا احتمال **نَاقِلًا عَنِ النَّوَوِيِّ** ذکر فرماتے ہیں:

"وَقِيلَ لَأَنَّهُمَا النِّح" ⁽⁶²⁾ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ

یعنی جب تک تر رہیں گی تسبیح کریں گی پھر یہی علامہ قاری رحمہ الباری اسی **مرقات** میں اس سے پہلے کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں:

"وَاسْتَحَبَّ الْعُلَمَاءُ قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ عِنْدَ الْقَبْرِ هَذَا الْحَدِيثِ إِذْ تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ أَوَّلَى بِالتَّخْفِيفِ مِنْ تَسْبِيحِ الْجُرِيدِ، وَقَدْ

ذَكَرَ الْبُخَارِيُّ أَنَّ بُرَيْدَةَ بْنَ الْحُصَيْبِ الصَّحَابِيَّ أَوْصَى أَنْ يُجْعَلَ فِي قَبْرِهِ جُرِيدَتَانِ، فَكَانَتْهُ تَبَرَّكَ بِفِعْلِ مِثْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" ⁽⁶³⁾

خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ علماء کرام نے قبر کے پاس قرآن شریف کا پڑھنا اس حدیث سے مستحب ثابت کیا ہے کیونکہ قرآن پاک کی تلاوت جرید (بنی) کی تسبیح سے اولیٰ ہے۔ امام بخاری رحمہ الباری نے ذکر کیا ہے کہ بریدہ بن حصیب صحابی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میری قبر میں تر شاخیں رکھ دی جاویں تو گویا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کی مثل فعل سے برکت چاہی اور اس کی اس برکت سے مستفید ہونے کی خواہش ظاہر کی۔

مسلمانو! انصاف کرو ایسی صریح عبارت چھوڑ کر ایک ٹکڑا مفید خیال لکھ دینا کون سی دیانت ہے۔ اور اس حرکت کو کیا کہتے ہیں میں تو کچھ نہیں کہتا مگر حکیم صاحب اپنے رُقعہ کے یہ الفاظ جو خود ان کے قلم کے لکھے ہوئے ہیں ملاحظہ فرمائیں تو میں نادم ہو جاؤں گا۔

حکیم صاحب کے رقعہ کی عبارت: اس کو یقین جانئے کہ یہ عبارت ہر ایک کتاب کی بعینہ نقل کی گئی ہے۔ کیونکہ نقل میں ایک نوع ⁽⁶⁴⁾ کی ذمہ داری ہوتی ہے اور یہ تو چوروں کا کام ہے کہ خود مطلبی کے موافق تو نقل عبارت کر دی اور جو مخالف ہے اس کو نظر انداز کر دیا۔ اس کا خیال نہ فرمائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ عبارت جیسی نقل کی گئی ہے سر مو (ذہاب) فرق نہ ہوگا، الر اقم محمد ہدایت العلیٰ عفی عنہ۔

اب جو حکیم صاحب سمجھ لیں کہ انہوں نے مطلب کے موافق عبارت نقل کر کے مخالف مدعا عبارت چھوڑ دی ہے یا نہیں؟

حکیم صاحب اور ابن حجر مکی نے لکھا ہے:

"وَلَعَلَّ وَجْهَ كَلَامِ الْخُطَّابِيِّ أَنَّ هَذَا الْحَدِيثَ وَاقِعَةٌ حَالٍ خَاصٍّ لَا يُفِيدُ الْعُمُومَ، وَلِهَذَا وَجَّهَ لَهُ التَّوَجِّهَاتِ السَّابِقَةُ

⁽⁶²⁾ (شرح النووي على مسلم، كتاب الطهارة، باب الدليل على نجاسة البول ووجوب الاستبراء منه، 3 / 202، دار إحياء التراث العربي - بيروت، الطبعة: الثانية، 1392 هـ)

⁽⁶³⁾ (شرح النووي على مسلم، كتاب الطهارة، باب الدليل على نجاسة البول ووجوب الاستبراء منه، 3 / 202، دار إحياء التراث العربي - بيروت، الطبعة: الثانية، 1392 هـ)

⁽⁶⁴⁾ کسی کی عبارت نقل کرنے کے لیے درست نقل، مکمل حوالہ، امانت و دیانت، اور عبارت کا صحیح ثبوت بنیادی شرائط ہیں۔ ان شرائط کے بغیر نقل کرنا غلط، علمی خیانت اور دھوکہ سمجھا جاتا ہے۔ (س رضا)

فَتَدَبَّرَ فَإِنَّهُ مَحَلُّ نَظَرٍ. (65)

جواب: وہی خوبی جو اس عبارت میں تھی اس میں بھی ہے۔ کتاب کا نام ندارد (نہ معلوم) ابن حجر کی رحمة اللہ تعالیٰ نے کس کتاب میں لکھا ہے یہاں بھی حکیم صاحب نے کتاب کا نام نہیں بتایا۔

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

حکیم صاحب کی اس عبارت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ شاید خطابی کے کلام کی یہ وجہ ہو کہ ان کے نزدیک یہ حدیث ایک حال خاص (مخصوص حالت) کا واقعہ ہے مفید عموم نہیں اسی لئے اس کی توجیہیں کی گئیں۔

سوچ لو کہ یہاں اعتراض کا محل ہے یہ بات ہر ادنیٰ طالب علم پر بھی مخفی نہیں کہ **فَتَدَبَّرَ** اور اس کی مثل دوسرے کلمے ایسے موقع پر استعمال کئے جاتے ہیں جہاں وہ بات مخدوش (غیر واضح) ہو یا اس میں کوئی متنازعہ (نظر انداز) ہو **فَتَدَبَّرَ** ساتھ اگر **فَإِنَّهُ مَحَلُّ نَظَرٍ** بھی کہ دیا جاوے تو صراحت ہو گئی اور اس قسم کی عبارت سے استدلال کرنا اور اس کے ضعف کو نہ سمجھنا حکیم صاحب کی کم علمی ہے اور قطع نظر ان تمام سے کہ وہ ہی قطع برید عبارت حکیم صاحب نے یہاں بھی کی ہے یعنی پوری عبارت علامہ ابن حجر کی رحمة اللہ علیہ کی نقل نہیں کی اس عبارت سے کچھ قبل ہی علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا رد کیا ہے اور تر شاخیں جمانے کو سنت بتایا ہے۔ اس عبارت کو چھوڑنا اور موافق مدعا (دعویٰ کے موافق) سمجھ کر رد کئے ہوئے دو ایک فقرے لکھ دینا کیا دیانت ہے؟

حکیم صاحب کی رقم کی گئی جو عبارت نقل کی گئی ہے پھر دوبارہ ملاحظہ فرما کر معلوم کر لیجئے کہ یہ کس کا کام ہے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ جو فقرے لکھے ہیں وہ خود ضعیف (کمزوری) پر دلالت کر رہے ہیں جن میں صاف مذکور ہے کہ

"فَتَدَبَّرَ، فَإِنَّهُ مَحَلُّ النَّظَرِ هَآنَ، وَلَكِنَّ الْقَائِلَ - الَّذِي تُوجَّحُ بِالْأَدَبِ الْعَجِيبِ وَالسُّكْرَانِ - لَا يَعْرِفُ مَا جَرَى عَلَى لِسَانِهِ مِنَ التَّقْلِيلِ اللَّحْمِيَّةِ".

ہائے دینی مسائل میں اس درجہ کی احتیاط افسوس مسلمانو! کتاب میں وہ عبارت جس میں حکیم صاحب نے قطع برید کی ہے نقل کرتا ہوں ملاحظہ ہو۔

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح مصر جلد اول صفحہ ۲۸۶

"ثُمَّ رَأَيْتُ ابْنَ حَجَرَ صَرَّحَ بِهِ وَقَالَ قَوْلُهُ: " لَا أَصِلُ لَهُ " مَمْنُوعٌ، بَلْ هَذَا الْحَدِيثُ أَصْلٌ أَصِيلٌ لَهُ، وَمِنْ ثَمَّ أَفْتَى بَعْضُ الْأَيْمَةِ مِنْ مُتَأَخَّرِي أَصْحَابِنَا بِأَنَّهُ مَا اغْتَبَدَ مِنْ وَضْعِ الرِّيْحَانِ وَالْجَرِيدِ سُنَّةٌ لِهَذَا الْحَدِيثِ اهـ. وَلَعَلَّ وَجْهَ كَلَامِ الْخَطَّابِيِّ أَنَّ هَذَا الْحَدِيثَ وَاقِعُهُ حَالٍ خَاصٍّ لَا يُفِيدُ الْعُمُومَ، وَلِهَذَا وَجَّهَ لَهُ التَّوْجِيهَاتِ السَّابِقَةُ" (66)

⁶⁵ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الطہارۃ، باب آداب الخلاء، 1/ 376، دار الفکر، بیروت - لبنان، الطبعة: الأولى، 1422ھ - 2002م)

⁶⁶ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الطہارۃ، باب آداب الخلاء، 1/ 376، دار الفکر، بیروت - لبنان، الطبعة: الأولى، 1422ھ - 2002م)

فَتَدَبَّرَ فَإِنَّهُ حَلَّ النَّظَرِ، حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ ابن حجر نے قبر پر تر شاخیں جمانے کے استنباب (پسندیدگی) کی تصریح (واضح طور پر بیان)

کی ہے اور کہا کہ خطابی کا **لَا أَصْلَ لَهُ** کہنا ممنوع (غلط یا بے اصل کہنا درست نہیں) ہے۔ بلکہ یہ حدیث تر شاخیں جمانے کے لیے اصل اصیل (مضبوط و معتبر بنیاد) ہے اور اسی وجہ سے ہمارے بعض ائمہ متأخرین (بعد کے فقہاء محدثین) نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ قبروں پر تر شاخیں اور پھول ڈالنا جس کی لوگوں کو عادت ہے، یہ سنت ہے۔ امام ابن حجر علیہ الرحمہ کے اس کلام سے کہ "ہمارے زمانہ میں پھول اور تر شاخیں قبر وغیرہ پر ڈالنے کی جو لوگوں کو عادت ہے، یہ سنت ہے۔"

یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنت امام ابن حجر کی کے زمانہ میں بھی جاری تھی، اور **الْحَمْدُ لِلَّهِ** اب تک جاری ہے۔ اور اسی حدیث سے یہ ثابت ہے۔ رہا یہ کہ خطابی نے باوجود مُحَدِّث ہونے کے ایسے امر کو کیوں **لَا أَصْلَ لَهُ** کہہ دیا جو حدیث شریف بصراحت (واضح طور پر) ثابت ہے تو اس کے جواب یہ ہو سکتے ہیں کہ: ممکن ہے انہوں نے اسے موقع خاص کا واقعہ سمجھا ہو اور یہ خیال کیا ہو کہ یہ مفید عموم (ہر حال میں لاگو ہونے والا) نہ ہو گا۔ اب جو تصریحات پیش کی گئی ہیں، ان پر غور کرو کہ یہ محل نظر (غور طلب) ہیں۔

اسی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ فی الواقع خطابی کا خیال قابل اعتماد نہیں۔ حکیم صاحب کا علامہ ابن حجر کی وہ عبارت چھوڑ جانا جہاں وہ فرماتے ہیں کہ ائمہ نے قبر پر پھول اور تر شاخیں جمانے کا فتویٰ دیا اور اسے سنت بتایا اور اس کے بجائے اس احتمال ضعیف مرجوح (کنز اور غیر معتبر قیاس) کو لکھ دینا، یہ کہاں تک علم کی شان کے قریب ہے؟ حکیم صاحب سے دوسری ایک اور جگہ مر قوم ہے کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب میں لکھا ہے:

وما حدیث جابر فی صاحبی القبرین فأجیبت بشفاعتی أن یرفہ ذلک عنہما ما دام القضبان رطین.

جواب: اوّل تو حکیم صاحب مسلم شریف سے یہ عبارت ثابت نہیں کر سکتے، اور ان شاء اللہ تعالیٰ تا قیامت حکیم صاحب کو یہ عبارت مسلم شریف میں نہیں ملے گی۔ حکیم صاحب بتا رہے ہیں کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے آخر کتاب میں لکھا ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ حکیم صاحب تمام کتابوں میں کہیں بھی یہ عبارت دکھادیں تو ہم مانیں گے۔ نہایت ہی شرم کی بات ہے کہ کوئی بات تو عالموں کی طرح کرے، اور اگر کوئی عبارت لکھے تو نہ کوئی اس کا حوالہ ہو، اور اگر کتاب کا نام ہو بھی سہی تو اس میں وہ عبارت موجود نہ ہو۔ پھر قطع نظر اس کے، بالفرض اگر یہ عبارت کسی کتاب میں ہوتی بھی تو حکیم صاحب کو کیا مفید تھی، اور خصم (خالف فریق) پر اس سے کیا حجت (دلیل) ہو سکتی تھی؟ البتہ آپ کا مبلغ علم (علم کی مقدار و حقیقت) معلوم ہو گیا۔

وہابی صاحبوں! ذرا اپنے علما کی لیاقت و علم اور صدق و دیانت کو تو دیکھو کہ یہ عبارت صرف عدد بڑھانے کے لیے لکھ دی، تاکہ دیکھنے والے سمجھیں کہ عبارتیں تو بہت لکھی ہیں۔ مگر خبر نہ تھی کہ خصم کب چھوڑنے والا ہے، یہ راز نہاں (پوشیدہ بات) کب چھپنے والا ہے۔ آخر یہ قصہ کھلے گا کہ یہ عبارت جو حکیم صاحب نے امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بتائی ہے، فی الحقیقت (درحقیقت) امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت کو ایک کانٹھ دسہ (بغیر حوالہ کے جڑ دینا یا غیر ذمہ دارانہ اضافہ) لگا کر نقل کرتے ہیں۔

چنانچہ صحیح مسلم کی شرح نووی کا صفحہ ۱۴۱ ملاحظہ ہو کہ یہ عبارت (67) امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت سے متصل (بغیر کسی فصل یا وقفے کے) موجود ہے ایک سطر کا بھی فصل (فاصلہ) نہیں۔

(67) (شرح النووي علی مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الدلیل علی نجاسة البول ووجوب الاستبراء منه، 3 / 202، دار إحياء التراث العربی - بیروت، الطبعة: الثانية، 1392ھ)

"آفریں باد براین بملتِ مردانہ" (یعنی اس مردانہ ہمت پر آفرین ہو) تو پھر اس عبارت میں بھی کچھ نہ کچھ ایجاد ہونا (جھوٹ یا اضافہ کرنا) ضروری ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں **مَا دَامَ الْقُضْبَانُ** ہے۔ آپ نے **ما دام القضبان** لکھا۔ پھر کمال ہے کہ ص ۳ کے ہندسے کے نیچے **مسلم**

شریف سے اسی حدیث جابر رضی اللہ عنہ کا یہی جملہ خود نقل بھی کر چکے ہیں، اور پھر دوبارہ کہ دیا کہ **مسلم شریف** میں ہے اور لفظ ایسے ہی اپنی طرف سے ایجاد کر دیے۔ جس کا **مسلم شریف** میں نہ پتہ ہے نہ نشان ہے۔

ہمارے دعویٰ کا خلاصہ: اوراقِ گذشتہ کا خلاصہ یہ ہے کہ

۱۔ حضور سید عالم ﷺ نے قبروں پر ترشاخیں لگائیں اور فرمایا کہ جب تک یہ ترشیں گی ان قبر والوں کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

۲۔ حضرت ابوہریرہ اسلمی صحابی اور حضرت بریدہ صحابی رضی اللہ عنہما نے یہ وصیتیں فرمائی تھیں کہ ہماری قبر میں ترشاخیں رکھ دی جائیں۔

یہ حضرات دفن کئے گئے ہوں گے۔ اس وقت صحابہ اور تابعین میں سے کتنے حضرات موجود ہوں گے جنہوں نے دفن میں شرکت کی ہوگی۔ اور

اس وصیت کے بموجب ترشاخیں قبروں میں رکھیں اور رکھتے ہوئے دیکھا۔ یہاں سے صحابہ اور تابعین کی جماعت سے بھی اس عمل کا ثبوت پایا جاتا ہے۔

۳۔ تابعین و تبع تابعین سے دور فقہ شروع ہوتا ہے خطابی اسی دور کے ہیں۔ مخالفین (وہابی دیوبندی) نے اُن سے انکار کا دعویٰ کیا ہم نے انکار کی وجہ سے پھر اثباتی تصریحات پیش کئے ہیں۔

۴۔ یہ سلسلہ مسلسل از خیر القرون تا حال اہل حق میں رہا اور ہے، جس پر فقیر نے فقہ اسلامی حنفی شافعی مالکی بالخصوص احناف کی معتمد کتابوں (فتاویٰ عالمگیری شامی اور در المختار) سے اس کا جواب اور استنباب (مستحب ہونا) ظاہر اور واضح ہے۔

دیوبندیوں و مہابییوں کی تحقیق کا خلاصہ: ترشاخیں جمانے سے عذاب میں تخفیف ہونا (عذاب میں کمی واقع ہونا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ اس کا جواب یہ فرما دینا محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ کوئی مخصص (یعنی خاص ہونے کی کوئی دلیل) پیش فرمائیے، اور اصول فقہ کی طرف توجہ

کیجئے، جہاں یہ فقرہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال شریفہ (مبارک اعمال) کا ادنیٰ مرتبہ اباحت (جائز ہونا) ہے۔ جب تک اصول شرعیہ میں سے کوئی

دلیل مخصوصیت (یعنی نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص ہونے) پر قائم نہ ہو، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی فعل کو حضور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی امت کے لیے ناجائز قرار دینا بجا (درست) نہیں ہے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت جس سے میں نے استدلال (دلیل اخذ) کیا ہے، اور جو میں

اپنی پہلی تحریر میں نقل کر چکا ہوں، تم نے یہ کہہ دیا کہ ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے۔

مولوی اشرف علی کا اعتراف: اس عبارت سے مولوی اشرف علی تھانوی مان گیا کہ قبور پر پھول وغیرہ ڈالنا جائز ہے۔ صرف ضد ہے تو ضد ہی

لوگ کبھی کامیاب ہو ہی نہیں سکتے۔ اور ضد بھی انبیاء و اولیاء کرام سے!

لیکن ناظرین سوچیں کہ یہ لوگ انبیاء و اولیاء سے دشمنی کرنے کیلئے کیسے کیسے انمول اور عجیب و غریب ہتھیار استعمال کرتے ہیں پہلے یہاں تھانوی

نے استعمال فرمایا کہ عوام شرعی قواعد سے بے خبر ہوتے ہیں اس لئے فوراً متاثر ہوں گے کہ واقعی انبیاء و اولیاء (علیہم السلام) کے مزارات پر پھول ڈالنا جائز نہ

ہوں۔ کیونکہ قبور پر پھول اور ترپتوں اور شاخوں سے تو گناہ کی مغفرت اور عذاب کی تخفیف مطلوب ہے اور انبیاء اور اولیاء پہلے سے بخشے ہوئے ہیں فلہذا ان کے مزارات پر پھول ڈالنا حرام نہیں تو کم از کم ناجائز ضرور ہوگا۔

فقیر کے جواب سننے سے اندازہ لگائیں کہ یہ لوگ اس طرح سے میٹھا حلوہ دکھا کر زہر کھلاتے ہیں لیکن یہ شکر ہے کہ ان کا حکیم الامت مان گیا کہ شرعاً عوام کی قبروں پر تر شاخیں اور پھول وغیرہ ڈالنا جائز ہے۔

مولوی اشرف علی کے غلط استدلال کا ازالہ: شریعت کا قاعدہ ہے کہ اعمال و افعال، جملہ امور جو گناہگار کے لئے دفع مصیبت کرتے ہیں وہ صالحین کے لئے بلندی درجات کا فائدہ دیتے ہیں۔

جیسے: (۱) مسجد کی طرف چلنا ہمارے گناہ معاف کرتا ہے۔ مگر صالحین کے درجات بڑھاتا ہے۔

(۲) بہت سے اعمال و افعال اور بعض مجرموں کے گناہوں کو مٹاتی ہیں اور صالحین کے مراتب بڑھاتی ہیں۔

اسی طرح کی سینکڑوں مثالیں اسلام میں موجود ہیں۔ اگر تھانوی صاحب کا قاعدہ مان لیا جائے تو پھر چاہیے کہ صالحین نہ مسجد میں آئیں نہ استغفار پڑھیں اور نہ ہی ان کے لئے ایصال ثواب کیا جائے اور نہ ہی دیگر وہ امور جو ان کے وصال (وفات) کے بعد ہمارے لئے عمل میں لانے کا حکم بجانہ لائے جائیں، کہ وہ گناہوں سے پاک ہیں اور نہ ہی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درود پاک پڑھا جائے جبکہ **اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ** ہے۔

نوٹ: یہی حربہ غیر مقلدین بھی استعمال کرتے ہیں کہ جس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تم کہتے ہو کہ وہ اب بھی ہماری فریاد رسی شفاعت فرماتے ہیں یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے جبکہ وہ ہماری دعاؤں کے محتاج ہیں۔ (معاذ اللہ)

تو جس طرح ہم ان غیر مقلدین کو درود شریف کا جواب دیں گے بالکل وہی جواب تمہارے لئے بھی ہے۔ کہ ان پھولوں کی تسبیح سے ان انبیاء عظام اور اولیاء کرام کی مزارات قبروں میں رحمت الہی اور بھی زیادہ ہوگی جیسے کہ وہاں تلاوت قرآن سے۔

لطیفہ: **يَجُوزُ لَنَا وَلَا يَجُوزُ لغيرِنَا**، یعنی ہمارے لئے تو جائز ہے لیکن دوسروں کے لئے ناجائز ہے۔ عرب کا مشہور مقولہ ان صاحبان نے اپنا لیا ہے۔

چنانچہ آزما کر دیکھئے جو جملہ امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے وارثین کے لئے ہم اہلسنت ادا کریں گے اُن کے نزدیک شرک اور حرام اور مکروہ تحریمی اور بدعت سیئہ ہیں لیکن اپنے مولویوں لیڈروں (Leaders) کے لئے اتنا لمبے چوڑے اور گلے پھاڑ پھاڑ کر نعرے لگائیں گے کہ جن کو سن کر کان پھٹنے کو آتے ہیں۔ ایسے ہی پھولوں اور نوٹوں اور دیگر مصنوعی ہاروں سے اپنے مولوی لیڈروں (Leaders) کو ایسا سجائیں گے کہ دور سے دولہا دلہن محسوس ہوں گے۔ لیکن اولیاء کے مزارات کے پھولوں کے لئے حرمت کا فتوا دی ہے۔

حالانکہ سرکار کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں پھولوں کی کمی نہیں، اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چاہتے تو سرکار دو عالم ﷺ کو ہر وعظ اور ہر خطہ میں بہترین سے بہترین پھولوں کے ہار پہناتے لیکن کبھی ایسا نہ ہوا اور نہ ہی آج ایسا ہوتا۔ گویا وعظ و تقریر کے جلسے کے لئے بن گیا ہے لیکن کبھی حرام اور بدعت سیئہ کا فتویٰ نہیں اور گل پاشی نہ صرف زندہ مولوی لیڈروں (Leaders) کے لئے ہوتی ہے بلکہ مردہ کے لئے بھی ہوتی ہے۔

مردہ بھی پھولوں سے لادے گئے: روزنامہ جنگ کراچی ۱۳ اپریل ۱۹۸۰ء میں ہے: احتشام الحق تھانوی اور مفتی محمود کی قبروں پر گل پاشی کی گئی۔

نوٹ: یہ صرف نمونے کے طور پر ان دو مولویوں کا نام لکھا گیا ہے ورنہ اخبارات گواہ ہیں کہ بدعت تقریباً ان کے ہر چھوٹے بڑے مولوی لیڈر (Leaders) کیلئے استعمال ہو چکی ہے اور ہوتی رہیگی۔

طیفہ: حضرت امام شامی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ میں پڑھ لیں کہ ان کے زمانہ تک مسلسل یہ اجماعی مسئلہ زیر عمل رہا۔ نجدی محمد بن عبد الوہاب سے انکار شروع ہوا تو اس مسئلہ کے منکر بدعتی ہوئے۔

طیفہ: ان کی عادت ہے کہ جس مسئلہ میں ان کو معتزلہ و خوارج کی تائید ملے گی اسے اپنائیں گے۔ دلیل کے لئے غلط سہارے استعمال کریں گے مثلاً: معتزلہ کا اصول ہے کہ اہل اموات کو اہل اسلام کسی قسم کا کوئی مفاد نہیں پہنچا سکتے۔

یہ جملہ بھی منجملہ اسی سے ہے اسی لئے ان لوگوں نے معتزلہ کے اصول پر عمل کر کے خطابی و قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سہارا ڈھونڈھا، حالانکہ ان کا مقصد کچھ اور تھا جسے ہم نے تفصیل سے عرض کر دیا ہے۔ لیکن انہوں نے اُس کا سہارا لیا جو سراسر غلط نکلا۔

طیفہ: ان کی عادت ہے کہ جس مسئلہ کو شرک یا حرام کہیں گے اسے خود بوقتِ ضرورت عمل میں لائیں گے۔

مثلاً: بزرگوں کے تبرکات کیلئے ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ اہل اموات کو فائدہ پہنچاتے ہیں جس کی تفصیل فقیر نے رسالہ "خُلَاصَةُ الْكَلَامِ" "فَيْضُ الْحُسْنِ فِي الْكِتَابَةِ عَلَى الْكَفَنِ" میں لکھی ہے۔

لیکن یہ لوگ اس عقیدہ کو نہیں مانتے مگر اس مسئلہ میں اس کا سہارا لے کر اعتراض کیا کہ جن قبور پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کی شاخیں جمائیں وہ صرف آپ کے دست اقدس کی برکت سے عذاب زائل ہوا، ورنہ یہ قاعدہ عام نہیں ہے۔ حالانکہ یہ اس عقیدہ کے منکر ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبرکات کچھ فائدہ دے سکتے ہیں۔ اس لئے عبد اللہ بن ابی بن سلول منافق کی حدیث دعویٰ میں پیش کرتے ہیں۔

خلاصۃ الکلام: بہر حال احادیث مبارکہ اور محدثین و فقہاء کرام کی عبارات سے ثابت ہوا کہ عام مومنین کی قبور پر ہر سبز شاخ اور پھول ڈالنے سے عذاب کی تخفیف ہوتی ہے اور بزرگوں کے مزارات پر پھول وغیرہ ڈالنے سے بھی ثواب ملتا ہے اس مسئلہ میں انکار صرف خوارج زمانہ کو ہے۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارک سے لے کر آج تک تمام اہل اسلام اس کے قائل اور عامل تھے اور ہیں۔ ان کے اختلاف سے مسئلہ کی حقیقت میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور نہ ہی ان کے اختلاف سے اللہ والوں کے مزارات پر پھول ڈالنے میں کمی آئیگی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

اللہ ہم سب کو اللہ والوں کی عقیدت و محبت و نسبت میں تابدار قائم و دائم رکھے اور انہیں کے ساتھ قیامت میں ہمارا حشر ہو۔ (آمین)

"وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَىٰ حَبِيبِهِ الْكَرِيمِ الْأَمِينِ، وَعَلَىٰ آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ."

فقط

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویس رضوی غفرلہ

۴ رجب ۱۴۰۲ھ بشب اتوار بعد نماز عشاء